

ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی

کونل جوئیہ



# ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی

کونل جوئیہ

پھڑ پھڑاتی ہے بانیں آنکھ مری  
ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی  
اپنی دیرینوں کا میں کوئل  
دوش سارا نصیب کو دوں گی

نوشہ پوری

**Tehzeeb**  
INTERNATIONAL PUBLICATIONS  
+92-300-8881856, 300-3738564



# ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی

شاعرہ

کوئل جوئیہ

ناشر: تہذیب انٹرنیشنل پبلیکیشنز

بہاول پور، لاہور، اسلام آباد، کراچی

Email: tehzeebinternational@gmail.com

+923003738564, 3334076188, 3008881856

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب..... ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی

شاعرہ..... کوئل جوئیہ

کمپوزنگ & ڈیزائن..... محمد یونس عطاری

بار اول..... اکتوبر 2013ء

تعداد..... 1000

صفحات..... 160

قیمت..... 300

پبلشر..... سید فہیم رضا کاشمی

مطبع..... گردیزی پرنٹنگ پریس بہاولپور

اسٹاکسٹ..... شیخ بک ایجنسی نیو اردو بازار کراچی

A book of Poetry..... Aisa Lagta hai Tujh ko kho Doon gi

Written By ..... Komal Joya

Published..... 1 Eddition in October 2013

Contact in Pakistan..... Faheem Kazmi. 0300-3738564

Contact in Germany..... Shafiq Murad 0049-692-0791238

Contact in Uk..... Muzaffar Ahmad Muzaffar 0044-741-1068061

Price : Dollar 10 : Pond 10

Under the organisation of :-

..... Fa.  
Kazmi\Title  
Pics\Sharif  
Acadmy.jpg not  
found.

Sharif Academy Germany

## انتساب

دکھا اور سکھ کے ہر موسم میں شریک

اپنے شریک حیات

علی عمران

کے نام ---

کوئی جوئیہ

## تعارف

نام --- کوئی جوئیہ

زوجہ --- علی عمران رانا

تعلیم --- ایم۔ اے، بی ایڈ

اردو شاعرہ، نثر نگار، افسانہ نگار

وائس چیئر پرسن: فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان

فتویٰ نہ لگا داعظ گر عشق گناہ ہوتا

رب عشق زلیخاء کو یوسفؑ نہ عطاء کرتا

Email: komalalikomal786@gmail.com

Web: <http://www.bio-bibliography.com/authors/view/15183>

- 17 دشت جیسے کے خزیںوں کے لئے بہتر ہے 36
- 18 گھر کے آنگن کے حصے بخرے ہوتے ہیں 38
- 19 یوں تو مجھ کو بھی وہ دکھوا دیا کرتا ہے 40
- 20 صدائے آخر شب پر بہت رنجور تھی لڑکی 41
- 21 کہاں یہ شوق کی رُت ساتھ چلنے والی ہے 42
- 22 کیوں یہ بے فیض کرامات طلب کرتا ہے 44
- 23 بے کار ریشٹوں میں زمانے گنوا دیے 46
- 24 سب ہی نکلے ہیں زر خرید کواد 48
- 25 کیسے آؤں میں تیری بانہوں میں 50
- 26 ہم اپنا نقش ایسا آخر دم چھوڑ جائیں گے 52
- 27 کبھی فرقت کبھی قربت سے کیا لینا مجھے بھر 54
- 28 بس ایک راہ کوئی دیکھتا نہیں رہتا 55
- 29 مسافر کو ہمیشہ کی مسافت مار ڈالے گی 57
- 30 شہر کا شہر مجھ پہ بنتا ہے 59
- 31 کبھی حسن و محبت کی علامت ہم بھی ہوتے تھے 61
- 32 کہا تھا جس کو محبت سے تو تراش مجھے 63
- 33 مری محبت کی سلطنت کو زوال آیا تو کیسے آیا 64
- 34 یا رنگ و قاین کراؤنگھوں میں ٹھہر جاؤ 65
- 35 زلفوں کو تیری زنجیر کی صورت دینی ہے 67

## فہرست

نمبر شمار

صفحہ نمبر

- 1 کوئی جوئیہ کی شاعری.... کرئل مقبول حسین کاظمی 10
- 2 حساس شاعرہ.... شفیق مراد 12
- 3 جدید لہجے کی توانا شاعرہ.... اختر عبدالرزاق 14
- 4 محبتوں کی امین شاعرہ.... ایم زید کنول 16
- 5 کوئی جوئیہ کی شاعری.... اکبر بخاری 18
- 6 دلکش انداز کی شاعرہ.... میاں محمد سعید 18
- 7 کوئی جوئیہ کا مجموعہ کلام.... ارتضیٰ کاظم 19
- 8 معروف شاعرہ کوئی جوئیہ.... اعجاز کاظمی 20
- 9 کوئی جذبوں کی شاعرہ.... جمیم کاظمی 21
- 10 اثاثہ حیات.... کوئی جوئیہ 22
- 11 حمد باری تعالیٰ 24
- 12 نعت رسول مقبول ﷺ 25
- 13 بارش سنگِ ملامت میں اکیلی کوئی 26
- 14 پہلے منصف کو سردار پکارا جائے 28
- 15 فقط وجود میں تیرا مال رکھا ہے 30
- 16 قسمت کا اس طرح سے ستارہ سفر میں ہے 32
- 17 بہت معصوم جذبوں کا ہوا گلہارا آنکھوں سے 34



35	اُن سے ملنے کے امکان نکالا کرتے تھے	69	54	بازار میں لائی ہوئی سرعام لگا دام	101
36	جا کے سحر میں بس	71	55	کہاں پہ اس کا کوئی عدد تھا ہوا سے پہلے	103
37	جو رین خوف و ہراس ہیں تجھے کیا پتہ	73	56	وہ خود کو وصل کی ہر شرط سے آزاد رکھتا ہے	105
38	یہ تیر کیسے لوں گی کہاں سے چھوٹا ہے	75	57	نہ جی اور نہ ہی برملا لینے کی عادت تھی	106
39	یا ہجر کی بدن سے اذیت نکال دے	76	58	جب رُکے امرو آب چوکھٹ پر	107
40	جناب عشق گزارش برانہ نامیں حضور	78	59	ہوتا ہے در عشق کا پابند مجھے بھی	109
41	بے وجہ کے احسان اٹھاتے بھی نہیں ہم	80	60	محبت میں یہ دل ایسے دلائل میں الجھ جاتا	110
42	اک نئے عزم کی بنیاد اٹھانی ہوگی	82	61	لہو کے دریا کو اب روانی نہیں ملے گی	112
43	کچھ تو وہ بھی مصلحت اندیش ہیں	83	62	غفلت گناہ ثواب ازدارین عشق سے	113
44	جب بھی وہ شخص مرا نام پکارے کوئی	85	63	موج دریا کی روانی سے نکل جائے گا	114
45	کون دیکھے کیا ہوا ہے حادثہ بازار میں	87	64	قصہ جو گردش ایام کا نکلا ہوتا	115
46	تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں	89	65	عشق کے بیچ و خم سے واقف	116
47	کواکب لہر امید نہ پایا ہم نے	91	66	نظر میں صرف سنگ میل کو رکھا ہوا ہے	118
48	تری بستی میں پہرے تھے سنا ہے	93	67	ہر قسم مجھ سے ہی منسوب سمجھنے والے	120
49	جذبوں کے گہر مجھ میں کبھی رونا نہیں	95	68	ہم نے سوچا ہے جائیں تو اکیلے جائیں	122
50	میرا تخت اجڑا ہے میرا تاج ٹوٹا ہے	96	69	میرے مقسوم میں خوشی نہ رہی	123
51	آج تقسیم عشق ہو ہی گئی	97	70	ہم اہل دل کسی آہ و فغاں کی زد میں ہیں	125
52	تجھی تو آنکھ کا موسم نیا معلوم ہوتا ہے	99	71	حقیقت ہر کسی میں برملا تقسیم کرتا تھا	126
53	جو دیا آنکھوں میں ہے اسکی ضیاء کچھ اور ہے	100			

## کومل جوئیہ کی شاعری

جنوبی پنجاب کی جانی بچانی شاعرہ کوئل جوئیہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کی شاعری اگر چہ چنی چنے مگر ان کے پختہ خیالات ان کی شاعری کے پرتو کے آئینہ دار ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ ہر انسان محبت کے عمل سے ٹوٹ پھوٹ کر گزرتا ہے یوں یہ سفر اکثر لوگوں کو شاعری کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے۔

کوئل جوئیہ ایک حساس اور ذہین خاتون ہیں۔ زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھتی ہیں اور یوں وہ زندگی کے نشتر سمہ کر حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ داخلی اور خارجی احساسات کے اثرات ان کی شاعری پر گہرا اثر رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی شاعری میں رومان کا پہلو ہمیں اُجاگر دکھائی دیتا ہے۔ ان کی شاعری انسانی رشتوں سے جڑی ہوئی ہے۔ ان کی شاعری میں اخلاقی اور معاشرتی رویوں کی جھلک واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ وہ ذہنی طور پر بالغ نظری کا مظاہرہ کرتی ہیں اور یوں شاعری ان کے شعور کی سطح سے ٹکرا کر خوبصورت مصرعوں میں ڈھل جاتی ہے۔

شاعری میں حزن و ملال کا ہونا ایک فطری عمل ہے۔ ان کے خیالات و افکار میں نزگویت کے عنصر سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ انتہائی حساس طبیعت کی مالک ہیں اس لئے ان کی شاعری ابھرتی اور ڈھلتی لہروں کی مانند ہے۔ وہ درختوں، تلیوں اور رنگوں کے عمیق مشاہدے کے نتیجے میں تماشائی نگاری بھی مہارت سے کرتی ہیں۔

شاعری یقین و گمان کا مجموعہ ہے۔ ان کی شاعری بھی یقین و گمان کی گرفت میں بندھی دکھائی دیتی ہے۔ محبت ہر عورت کی بنیادی سوچ ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کی شاعری میں ہمیں یہ سوچ خاصی مضبوط دکھائی دیتی ہے۔

فنی طور پر ان کی شاعری کو عروض و اوزان پر پوری مارتی ہے ان کو اس فن کے دیگر پہلوؤں پر غور فکر کی ضرورت ہے۔ ان کے استعارے، ترکیب اور خیال انتہائی جاذب نظر اور بہت ہی بے مثال ہیں۔ غزلوں میں ان کی خصوصی توجہ سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ بنجیدہ

73 یہ واقعہ ابھی فراموش ہونے والا تھا

127

74 چراغِ شب کی ضیاء دیر تک اُداس رہی

129

75 کریں گے روشنی کا انتظام پہلے سے

131

76 اس شیر میں ارباب گناہ کون بنے گا

132

77 مت خفا ہو نہیں تو رودوں گی

133

78 الوداع آخری سلام کے ساتھ

135

79 ہوائے شام سے کہتا تھا یہ شجر کا سکوت

137

80 شام رنگ، شام عزا دار بھی ہو سکتی ہے

138

81 میرا بھی مقدر تھا کچھ کہانیوں جیسا

139

82 نہ پوچھو عہدِ جنوں کی ستم گری لوگو

141

83 پھگڑنے پہ ہودل مائل مجھ یا نہیں لگتا

143

84 شبِ غمناک پہ رکھے ہوئے ہیں

144

85 ہم اہلِ عشق خواب گھروں پر کہانیاں

146

86 کیا بتاؤں جو مجھ پہ جیتی پھر

147

87 یہ دل ملنے کی شیر یار میں ضد باندھ لیتا ہے

148

88 مجھ کو ایسی محبت نہیں چاہیے

149

89 شکستہ خواب کو زندان میں رکھا ہوا ہے

150

90 محبتِ مام کی چٹیا

152

91 یہ نہ ہو جسمِ اذیت کی لحد کو پہنچے

154

92 منفرد اشعار

156



کام کرنے کی آرزو مند ہیں۔ وہ لغتِ اردو اور تلفظ کی بنیادی ہیئت سے بخوبی آگاہی رکھتی ہیں۔ قاری یہ بھی اندازہ لگا لیتا ہے کہ ان کی شاعری کے پیچھے مطالعہ کا بے حد عمل دخل ہے۔ ہجر و وصال کا تصور کرنا بڑی جان جو کھوں کا کام ہے۔ کوئی کی شاعری میں زندگی کے یہ پہلو بڑی خوبصورتی سے بیان کئے گئے ہیں۔

ان کے چند شعر ہمیں ان کی شاعری سے روشناس کرائیں گے:

غلامِ عشق ہے جو بھی کہو گے بندہ پرورا! تمہارے حکم کی تعمیل کو رکھا ہوا ہے

آج ڈالے گا دیکھنا کیسے مرقہ عشق پہ دھمال دیا

جس تیرہ شبی منانا رہا ایک ٹوٹا ہوا شغال دیا

وہ شخص سب کے لیے کتنا دلخوا ہوا خفا جو مجھ سے ہوا تو بلا جواز ہوا

انا تھی ایک طرف ایک طرف محبت تھی مرے لئے تو بڑا سخت یہ محاذ ہوا

تم تھے اسیرِ قفسِ انا اور ہم تھے اسیرِ شہرِ وفا

جہاں پہ ہم کو چھوڑ گئے تھے وہیں پہ پایا بسوں بعد

زندگی کی کئی جہتیں ہیں ان میں تغافل، ہجر، وصال، جنون، سپردگی،

بے اعتنائی، خوشی اور غم جیسے کئی محاسن ہیں جن سے آشنائی ہوتی ہے۔ اپنی شاعری میں ان

جہتوں کو موتیوں کی طرح پروانہ فنِ شاعری کا سلیقہ ہے اور کوئی جوئیے میں یہ پہلو بدرجہ اتم پایا

جاتا ہے۔ نہائی شاعری میں کئی نام سامنے آئے ہیں اور اب کوئی جوئیے کا نام اس میدان میں

ایک خوش آہنگ نام ہے یقیناً ان کی شاعری کے لہجے کو جدید کلاسیکی طرز کا حسین احتراز کہا جا

سکتا ہے اور وہ قارئین سے پذیرائی حاصل کریں گی۔

**کرنل سید مقبول حسین کاظمی** (ستارہ امتیاز)

چیرمین حرفِ اکادمی پاکستان (راولپنڈی)

20 ستمبر 2013

**حساس شاعرہ کومل جوئیہ**

"ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" کبیر والا سے تعلق رکھنے والی شاعرہ، کوئی جوئیے کے تخلیقی سفر کا نکتہ آغاز ہے۔ کہا جاتا ہے سفر وسیلہٴ ظفر ہے، شاعرہ کی کامرانیوں کے لئے ہم دل کی گہرائیوں سے دعا کو ہیں۔ زیر مطالعہ مجموعہ مجھے اسی دھرتی پہ اپنی دانش کے چراغ روشن کرنے والے سلطان الہند جیسی نابغہ روزگار کتاب کے مصنف اور تہذیبِ انٹرنیشنل پبلی کیشنز کے مینجنگ ڈائریکٹر جمیل کاکلی کی وساطت سے ملا ساتھ ہی انتہائی محبت سے اس پر اظہارِ رائے کا بھی کہا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کوئی کی شاعری بھی اسی آشوب کا حصہ ہے، جس نے ہماری روایتوں کو نگل لیا۔ محبت، جو اس کائنات کی بنیاد ہے، اس بنیاد کو تباہ کر دیا گیا کہ یہ عمارت منہ کے مل زمین بوس ہو گئی۔ روح کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔ دلوں کے باٹ پرانے ہو گئے۔ ایسے میں ہر رشتہ اپنا اعتماد کھونے لگا۔ ایسے میں حساس شاعرہ کو محبت کے عدم تحفظ کا شدت سے احساس ہونے لگا۔ وہ کہتی ہے۔

یہ بھی سمجھی سی جو رات ہے مرے ہم نشین

یہ سیاہیاں مجھے راس ہیں تجھے کیا پتہ؟

شاعرہ ان لہجوں کی یاد دلاتی ہے جب ہر سو محبت رقص کرتی تھی۔ سارے بہانوں میں ایک

ہی بہانہ تھا۔ محبت اور محبت کے مارے اس کے لئے کتنے معصوم بہانے تراشتے تھے، گاہ

چھت پر جانے کے لئے کبھی چڑیا کے بچے پالنے کے بہانے۔ کبھی کبوتر کو دانہ ڈالنے کا

جواز۔ اور پھر محبت سے بھرپور دہلے کتنے جادواں تھے، جہاں مارا شکلیاں بھی محبت کا روپ

تھیں کہ جن کا زلزلہ ایک سرخ گلاب کرتا تھا۔

بس ایک ہی عزم تھا۔

اس کو حاکمِ مان لیا جب دل کی بستی کا

خود کو میں نے اب جاگیر کی صورت دینی ہے

شاعرہ ان لہجوں کے حصار سے نکلتا نہیں چاہتی۔ وہ اس سچ سے بھی خوفزدہ ہے جس کا اظہار



لہجے میں ارتعاش پیدا کر دے اور پھر خوابوں کی لاش اٹھانی پڑے۔

سلگ رہی ہیں دلوں میں اذیتیں کیسی

بدن کی شاخ پر اک آبلہ سا پھوٹا ہے

میں تھک گئی ہوں ہر قدم اک امتحان سے

غیر رواں ذرا سی اب فرصت نکال دے

کوئی جوئیے کی شاعری ان ہی امتحانات کا شاخسانہ ہے جو قدم قدم پر خاکِ پاکستان بن کر لیو لہان کرتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی یادوں سے مشامِ جان کو معطر کرنے کے لئے گلابوں کو بوسہ دیتا پڑتا ہے، خوابوں کی کچیوں کو پلکوں سے چمتا پڑتا ہے، مزارِ دل پر چراغاں کرنا پڑتا ہے۔ یہی محبتوں کے میزان ہیں جہاں کھوئے جانے، چھین جانے کا احساس اپنا پڑا بھاری رکھتا ہے لیکن محبت کا یہ سفر جو سدا سے جاری ہے اسی طرح مرادوں کے کوہِ پرتلا ہے گا کہ یہی زندگی کی رعنائیاں ہیں۔

شریف اکیڈمی کے زیرِ اہتمام چھپنے والی یہ کتاب دنیائے ادب میں خوبصورت اضافہ ہے۔

## شفیق مراد

چیف ایگزیکٹو: شریف اکیڈمی۔ جرنلی

13 اکتوبر 2013ء

## جدید لہجے کی توانا شاعرہ

گئے دنوں میں ڈاکٹرِ فہیم کاظمی نے موبائل SMS-MAG کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا بعد میں جناب رضا ثوانہ مرحوم نے اسے اپنی سرپرستی سے نوازا (یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے) اس میں بہت سے معروف شعراء سے تعارف ہوا اور ان کی شاعری پڑھنے کا موقع ملا اور پھر اس میگ میں ایک دن اچانک کوئی جوئیے کی شاعری پڑھنے کوئی پڑھ کر بڑی حیرانی ہوئی کوئی کا تعارف ایک مبتدی شاعرہ کی حیثیت سے کرایا گیا تھا لیکن شاعری، تعارف کے بالکل برعکس کچھ اور ہی کہہ رہی تھی، پھر اس کی کچھ اور غزلیں پڑھنے کو ملیں اور پھر ان غزلوں کا انتظار رہنے لگا اور کوئی کی شاعری کچھ ہی دنوں میں اس میگ کے سب شاعروں کی پسندیدہ شاعری بن گئی اس سے پہلے کہ میں کوئی کی شاعری پہ کچھ کہوں میں میرا احمد نواز کا ایک جملہ آپ کے کوئی گزار کرنا چاہوں گا "مسئلہ یہ نہیں کہ ایک شاعر کو کیا کہنا چاہیے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاعر کو کیا نہیں کہنا چاہیے" کوئی نے شاید یہ لائنیں مجھ سے پہلے پڑھ لیں تھیں۔ اس لیے اس نے وہ کبھی نہیں لکھا جو اسے نہیں لکھنا چاہیے تھا۔ کسی صحرا کی تپتی ریت پر سنگے پاؤں چلنے والی محبتوں کی تلاشی ایک آبلہ پالڑی کی جب تھک کر کسی مرغزار میں ایک شجر کے تلے لحو بھر کو سستانے کے لئے رکے تو آبلوں کے رستے پانی سے صحرا کی گرم ریت پر جو تحریر ابھرتی ہے اگر وہ غزل شاعری کا روپ دھارے تو کوئی کی غزل ہو جاتی ہے۔ کوئی اپنے جذبوں کو بڑی صداقت سے لکھتی ہے اور جیسا لکھتی ہے بھیجیہ پیش کر دیتی ہے سچ کہنے میں اسے کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی اس نے شاعری کا جدید لہجہ اپنایا ہے لیکن روایت کا ساتھ نہیں چھوڑا، اس کی شاعری روایت اور جدیدیت کا حسین استخراج ہے کوئی لفظوں کو تراش کر لکھتی ہے رومانس میں اس کا اپنا الگ انداز ہے وہ وقار و حیا دونوں کی قائل ہے اس کا رومانس احساس کے ان گوشوں کو بھی گدگداتا ہے جہاں عام طور پر کدی نہیں ہوتی اسے محبت میں بھی انا کا خیال رہتا ہے اس کا کہنا ہے۔



تری غزلوں میں جو اک لہرا ہے میں نہیں ہوں  
مرے شاعر تری شہرت سے کیا لینا مجھے پھر

وہ غزل میں جمالیات کی لامیت سے بخوبی واقف ہے جب وہ غزل کہتی ہے تو لگتا ہے کہ اپنے اندر کی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کرنے میں مصروف ہے، وہ داخلی کیفیات کو بڑی خوبصورتی سے پیٹ کرتی ہے لیکن جب بھی خارجی اور معاشرتی مسائل پر قلم اٹھاتی ہے تب بھی عہدہ بردار نظر آتی ہے میری مجبوری یہ ہے کہ اس کا کلام تحریری طور پر میرے پاس موجود نہیں ہے ورنہ اس کے بہت سے خوبصورت اشعار میں آپ کی نظر کرتا۔

کوئل میں بڑی شاعرہ بننے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کو کتنا اور کیسے استعمال کرتی ہے۔ کوئل کے کلام میں چھوٹی چھوٹی وہ تمام خامیاں اور کمزوریاں بھی ملتی ہیں جو ارتقائی منزل طے کرنے والے تمام مبتدی شعراء میں ہوتی ہیں اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس کی جدوجہد میں مددگار بننے ہوئے درگزر سے کام لیتے ہیں یا حوصلہ شکنی کرتے ہوئے نکتہ چینی کرتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم کوئل جوئیے کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور اس کا ہمیشہ مددگار رہے (آمین)

## اختر عبدالرزاق کراچی

28 جنوری 2013

## کومل جوئیہ محبتوں کی امین شاعرہ

جنوبی پنجاب کی زرخیز سرزمین ہمیشہ ہی علم و ادب کا گہوارا رہی ہے۔ آج بھی اس سرزمین پر سید قاضی واسطی، رضا نوانہ (مرحوم)، اکبر بخاری، ڈاکٹر نعیم رضا کاظمی اور افضل چوہان جیسے سپوت ادب کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ خواتین میں مسرت کلانچوی جیسی باکمال لکھاری ساری دنیا میں اپنی دانش کا لوہا منوار رہی ہیں۔ اُسی قبیلے میں کوئل جوئیہ ایک نیا اور خوبصورت اضافہ ہے۔ "ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" کوئل کی شاعری کا پہلا مجموعہ ہے، جو مجھے شاعر اہلیت، محقق، ادیب، دانشور، ڈاکٹر نعیم کاظمی نے خصوصی تاکید کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں اس پر رائے زنی کروں۔ یہ کام صرف ڈاکٹر موصوف بھی کر لیتے تو حق ادا ہو جاتا کیونکہ مجھے تو کوئل کی شاعری پڑھنے کی سعادت بھی اُن کے فردوغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان ایس ایم ایس میگ سے ہی ملی۔ کوئل جوئیہ کوئل جذبوں کی، محبتوں کی امین ایسی شاعرہ ہے جو بارش سنگِ ملامت میں اکیلی ہو کر تنہائی کو اپنی سیٹی مانتی ہے۔ وہ زندگی سے پوچھتی ہے رازِ محبت کیا ہے اور پھر خود ہی پکاراٹھتی ہے۔

مجھ پہ اک رنگِ محبت کا چڑھایا جائے

مجھ پہ نفرت کا لگا رنگ اُتارا جائے

وہ جانتی ہے کہ نفرت کے پیر بن تھے الفت کی طلسمی پوشاک بھی چیتھڑوں میں بٹ جائے  
گی۔ دوسری طرف شاعرہ کو اپنی رائے بگانی کا بھی احساس ہے۔ جس کا اظہار کرنے کے لیے کسی ہمد کی متلاشی ہے۔

گلہ کس سے کروں اُس شخص کی نا آشنائی کا

جو سارے خواب میرے کر گیا مسمار آنکھوں میں

جب تباہی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی تو شاعرہ جسے ہر پل کھودینے کا ڈر ہے، مفاہمت کا راستہ تلاش کرتے ہوئے بڑے سامان کے ساتھ یہ تجویز رکھ دیتی ہے کہ کم از کم خوشی سے

الگ ہونے کے بعد کبھی ملنے کا امکان تو رہے گا۔

ساتھ جب رہ ہی نہیں سکتے وفا، میں اور تم

تو پکھڑ جانا ہی تینوں کے لیے بہتر ہے

آج معاشرتی قدریں جس طرح شکست و ریخت کا شکار ہو رہی ہیں انھوں نے ہمارے

سماجی ڈھانچے کو لرزا کر رکھ دیا ہے۔ وہ گھر جو محبتوں کا امبر تھا وہاں جسے بخرے ہوئے تو

چوہے بھی الگ ہو گئے۔ جب ساتباں ہی نہ رہا تو سلیہ دیوار کہاں؟

جب کڑی دھوپ اتر آتی ہے سر پر لوگو

کون پھر سلیہ دیوار دیا کرتا ہے

کوئل کی شاعری ہجر کا نوحہ بھی ہے۔ بے کار رنجشوں میں گزرنے والے لمحوں کی راینیگانی کا

احساس بھی ہے اور محبتوں کی دنیا آباد کرنے کی خواہش کے لیے قربتوں کی طلب بھی، اور عشق کا

ایسا تادان بھی کہ جس کے عوض اپنے سب خواب بھی دینے کو تیار ہے۔

اگر تادان مانگا ہے تو پھر سب خواب لے لو

تمہارے بعد اس دولت سے کیا لینا مجھے پھر

کوئل جوئیہ آپ کے سب خواب سلامت رہیں اور آپ کا دامن ہمیشہ خوشیوں سے بھرا

رہے۔ آپ کو فن شاعری کے سفر کے آغاز پر مبارکباد دیتے ہوئے آپ کی کامرانیوں کے لئے

دعا گو ہوں۔

### ایم زیڈ کنول

منیجنگ ڈائریکٹر: باقر پبلی کیشنز لاہور

ایڈیٹر: احساسِ تمدنی

12 اکتوبر 2013

### دلکش انداز کی شاعرہ

جنوبی پنجاب کی شاعرات میں کوئل جوئیہ کا نام جانا بچھا ہے، کوئل جوئیہ بہت کم وقت میں

وہاں پہنچ گئی ہیں جہاں کافی وقت اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اردو ادب کی ہر صنف میں

بہت دلکش انداز میں طبع آزمائی کرتی ہیں انہیں بار بار پڑھنے کو دل کرتا ہے ان کی پہلی کتاب

"ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" بہت اچھا اور خوبصورت کلام کا مجموعہ ثابت ہوئی جسے قارئین

بے حد پسند کریں گے۔

میری دعا ہے کہ اس خوبصورت خیالات کی شاعرہ کو اللہ تعالیٰ مزید ترقی دے

شاعری کے آسمان پر ستاروں کی طرح چمکے (آمین)

**میاں محمد سعید چیف ایگزیکٹو (بائیو بلیو گرافی ڈاٹ کام)**

(www.bio-bibliography.com)

### کوئل جوئیہ کی شاعری

کوئل جوئیہ کی شاعری میں ایک سخت جان عورت حالات سے مردانہ وار لڑنے

والا ایک جفاکش مرد جھکتا ہے یہ بات نہیں کہ ان کی شاعری میں کوئل اور لطیف احساسات

کی کمی ہے ہرگز ایسا نہیں یہ جذبات و احساسات تو ہر خاتون شاعر کی شاعری کا خلاصہ ہے۔

میں نے تو ان کی شاعری اور شخصیت کے ان پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے جو ان کی ذات

میں اضافی محسوس کیے ہیں۔

خدائے بزرگ دیر تران کو خالص اپنی پناہ میں رکھے (آمین)

### سید اکبر بخاری

(چیرمین ادارہ فروغِ تعلیم و ادب شجاع آباد)

25 ستمبر 2013



## کوئل جوئیہ کا مجموعہ کلام

زیر نظر مجموعہ کلام "ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" کوئل جوئیہ کا پہلا شعری مجموعہ ہے جو مجھے انجی المکرم فہیم کاظمی کی وساطت سے ملا اور ساتھ ہی اس پر اظہار رائے کا حکم بھی فرمایا گیا۔ محترمہ کوئل جوئیہ کا کلام پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ محترمہ نے فن لرزیدہ بدن کو قوت فکر سے ہی سرفراز نہیں کیا ہے بلکہ چشم فکر ہستی کو بدن ندرت خیال عطاء کر دیا ہے کوئل جوئیہ کی شاعری میں محاسن کلام خود اپنی جھیل آفرینی اور معرفت کا خوب اظہار کرنے پر فائز دمازاں بھائی دیتے ہیں کوئل کے کلام میں محاورہ بندی کو بھی نہایت عمدہ قرینے سے صرف تحریر کیا ہے۔ کوئل جوئیہ غزل کے تمام مضامین کو سلاست و روانی، توازن کے سانچے میں ڈھالنے کے ہنر سے بھرپور ہیں۔ بطور شاعرہ کوئل فن و ادب کے گہرے ربط سے مربوط ہونے کے ساتھ ساتھ علم عروض پر بھی دسترس رکھتی ہیں ان کے خیالات میں ایک خوبصورت تاثر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ کوئل جوئیہ کے لئے بارگاہ الہی میں بالوساطت امیر ممکنات سراپا دعا ہیں کہ موصوفہ کا یہ مجموعہ کلام رفعت فکر کے مقام تک جاپہنچے (آمین یا رب العالمین)

احقر الکونین ارتضیٰ کاظم شیخ پورہ

13 کتبہ 2013

## معروف شاعرہ کوئل جوئیہ

کوئل جوئیہ نے زندگی اور شاعری دونوں کو ایک ہی انداز میں برتا ہے زندگی کی صعوبتیں، مشقتیں، کرب اور عشق و محبت کے حسین رنگوں کو اپنی شاعری کے شیشوں میں انڈیل کر انہیں ساعتوں اور بصارتوں کے آئینہ خانوں میں سجا دیتی ہے اور پھر کچھ ان کے کہے حروف اور کچھ ان کی آوازیں دیدہ و دل کی حرارتوں پر راحتوں کے خلاف چڑھاتی رہتی ہیں وہ لفظوں کی آواز کا سرچشمہ بھی اور خیال و آگہی کے سرگم کا کوئل تیار بھی ہیں کوئل آج کی شاعرہ ہیں کل کے دکھا سکی شاعری میں امانت کے طور پر مدفون ہیں جنہیں آنے والے کل کے سپرد کرنا ہے کوئل جوئیہ کا پہلا مجموعہ کلام "ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" پڑھنے کے بعد یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ آنے والے دنوں کی قد آور شاعرہ ہیں۔ کوئل جوئیہ کے اندر کا مضطرب فنکار ابھی اور بہت کچھ تراشے گا بہت کچھ جو اسے اس کے فن سمیت قیامت قائمہ ماننے کے ہنر واقف ہے۔

## اعجاز کاظمی

جنرل سیکرٹری فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان

15 ستمبر 2013

آبروئے مازنام مصطفیٰ ﷺ است

## کومل جنبوں کی شاعرہ

شاعر کے اور عام آدمی کے دل میں خاص فرق ہوتا ہے شاعر وہ سب کچھ محسوس کر لیتا ہے جو عام آدمی نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک شاعر کو جب پیدا کرتا ہے اس کے سینے میں حساس دل رکھ دیتا ہے جو حسن و عشق کی نزاکتوں، لطافتوں دکھ اور خوشی کے جذبات ہجرو و فراق کے عذاب اور وصال کی لذتوں کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کے عرفان اور دنیا کے معمولات کو خاص کیفیت سے محسوس کرتا ہے پیاری بہن "کوئل جوئیہ" کی شاعری ان کی قلبی کیفیات کا آئینہ ہے جس میں خلوص، درد انکساری، عاجزی اور سادگی کا عکس نظر آتا ہے ان کی غزلیں اور نظمیں زندگی کے لطیف جذبوں سے لبریز ہیں یہ کومل جذبے قلبی تعلقات کی بنیاد ہیں جن کے بغیر زندگی کا تصور ناممکن ہے۔

"ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" کوئل کا پہلا مجموعہ کلام ہے ان کی غزلیں چھوٹی بڑی ہر طرح کی بحر میں ہیں ان میں کافیہ اور ردیف انوکھے اور نئے قسم کے ہیں تخیلات، تشبیہات اور استعارات کا خوبصورت احتراز ہے۔

میری دعا ہے کہ ان کی یہ کاوش کلام علمی، ادبی اور عوامی حلقوں میں مقبولیت حاصل کرے۔ اللہ رحمان و رحیم کومل جوئیہ اور ان کے ادبی جذبوں کی عمر دراز فرمائے (آمین)

**فہیم کاظمی** (پنا سچ ڈی رڈ پریس)

چیئر مین فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان۔

میڈیک ڈائریکٹر: تہذیب انٹرنیشنل پبلیکیشنز

9 ستمبر 2013

## اثاثہ حیات

شاعری جذبات و احساسات کا وہ آئینہ ہے جو اندرونی کیفیات کو عکس کرتا ہے جبکہ آنکھیں خواب دیکھنے کا ہنر سیکھ لیتی ہیں تو شعور واگئی کے بہت سے درد وا ہو جاتے ہیں ہجر کا موسم ہو یا وصال کا رنگ نفرت کی صورت ہو یا محبت کا اظہار، ہر شاعر اپنی قلبی کیفیات کو لفظوں کے پیراہن میں لپیٹ کر اپنی اندرونی کیفیات کی تسکین کا سامان کرتا ہے میں نے جب فہم و ادراک کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو اپنے اندر تھگی کا ایک بحر بے کراں پایا۔ اضطراب اور بے چینی میں اس وقت ٹھہراؤ پیدا ہوا جب شب بیداری کی کیفیت میں کچھ لفظوں کو جوڑ کر میں نے تخیل کے سانچے کو ڈھالنے کی کوشش کی لیکن یہ ٹھہراؤ کی کیفیت عارضی ثابت ہوئی، تھگی مزید بڑھتی رہی اور یوں میں اپنے ہونے نہ ہونے کے عوامل تلاش کرتی ہوئی نئے راستے پر چل نکلی جس میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے کئی بار رگورت ہونے کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا۔ بارہا قلم ہاتھ سے چھوٹا بارہا مخلص احباب نے پھر سے قلم ہاتھ میں تھا دیا مجھے یا انہیں شاعری کا اصل محرک کیا تھا مگر رکوں میں دوڑتے اضطراب کو کون میسر آنے لگا تو باقاعدہ طور پر 1998ء میں، میں نے معاشرتی حد بندیوں، خاندانی رسم و رواج اور نامساعد حالات کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا میری خوش قسمتی ہے کہ میرے لیے درست سمت کا تعین کرنے والے میرے مخلص احباب کا بھرپور تعاون میرے ساتھ ساتھ رہا، جنہوں نے مجھے احساس دلایا کہ یہ مواد کتابی صورت میں سامنے آنا بہت ضروری ہے۔ سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں اپنے شریک حیات علی عمران کی جنہوں نے ہر لمحہ میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مجھے آگے بڑھنے کا مشورہ دیا۔ یہ حوصلہ میرے لیے زار واد بنا، میں احسان مند ہوں اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر سید فہیم کاظمی کی جنہوں نے مجھے بڑے بھلے کی پہچان کرائی اور نہ صرف کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں ہر قدم پر میری رہنمائی کی بلکہ



عام زندگی میں بھی میری مشکلات کو ہل کرنے میں ان کا تعاون شامل رہا۔ مرحوم و مغفور رضا توانہ صاحب نے ہمیشہ اپنی بیٹیوں کی طرح میری حوصلہ افزائی کی۔ جناب کرنل سید مقبول حسین کاظمی، فردیغ ادب فاؤنڈیشن کے معزز اراکین جناب محترم سید ابن عظیم قاضی، جناب اختر عبدالرزاق، جناب محترم اکبر بخاری، محترمہ ایم زیڈ کنول صاحبہ، جناب سید اعجاز کاظمی، جناب ہمراز اوچی، بھائی ارتضیٰ کاظم اور بہت سے دوسرے احباب نے حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ تعمیری تنقید سے بھی نوازا جس نے غلطیوں کو سدھارنے میں میری ہر ممکن مدد کی۔ سر زمین کبیر والا کی مقروض ہوں جس نے میری شاعری کے وصف کو کھلی بانہوں سے خوش آمدید کہا۔ خصوصی تعاون کے لیے میں SPO آرگنائزیشن کی ڈسٹرکٹ کوارڈینٹر محترمہ سمیرا ستار چوہدری کی ہمیشہ ممنون رہوں گی، میں اپنی اردو کی ٹیچر مسز قمر رضا شہزاد کی شکر گزار رہوں گی جن کے لفظوں نے ہمیشہ مجھے نئی توانائی فراہم کی "ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" میری پہلی کاوش ہے جس میں فنی معائب و محاسن بھی ہو سکتے ہیں میں چاہوں گی کہ میرے اثاثہ حیات کو آپ لوگوں کی حوصلہ افزائی مل سکے۔

کیونکہ...! اس دریچے بے دھال کو

میں نے قطرہ قطرہ لہو دیا

تو سخن کی فصلیں ہری ہوئیں

دعاؤں کی طالب

کوئل جوئیہ بلتان

1 ستمبر 2013

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## حمد باری تعالیٰ

زمین پہ ابر رواں کی صورت  
دلوں میں سو ز نہاں کی صورت  
مکیں کے جیسا مکاں کی صورت  
زمن میں شاہِ زماں کی صورت  
وہ ہی یقین ہے وہی گماں ہے  
یہ ان سے پوچھو کہاں نہیں ہے  
جو پوچھتے ہیں خدا کہاں ہے؟

## نعت رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆☆☆☆☆

بارشِ سنگِ ملا مت میں اکیلی کوئل  
اور جو کھیلی تو فقط جان پہ کھیلی کوئل

بے صدا شب میں چراغوں کو بجھا کر اکثر  
میں نے تنہائی کو مانا ہے سہیلی کوئل

تم نے اجڑے ہوئے کتبوں کبھی دیکھا ہے  
ایسے ویراں ہے مرے دل کی حویلی کوئل

رگِ جان سے بھی قریب تر، ترا عشق ہے  
مجھے دو جہان سے معتبر ترا عشق ہے !!  
جو عطاء ہوئی تیرے حرف و ظرف کی روشنی  
میری آگہی وہ مرا ہنر، ترا عشق ہے  
میں امیر شہر سے اس لیے ہوں امیر تر  
نہیں پاس کچھ بھی میرے مگر ترا عشق ہے  
میرے بائیں ہاتھ میں بے شمار گناہ سہی  
میرے دائیں ہاتھ میں تاجور ترا عشق ہے  
مجھے سرد و گرم حیات کی نہیں کچھ خبر !!  
کڑی دھوپِ زیست، گھنا شجر ترا عشق ہے

﴿☆☆☆☆﴾



ایک خوشبو مری سانسوں سے الجھ جاتی ہے  
خواب ہے یا کہیں مہکی ہے چینیلی کوئل

زندگی تو ہی بتا رازِ محبت کیا ہے ؟  
بوجھ پائی نہ یہی ایک پہیلی کوئل

ایک ہی شخص طلب تھا سو وہی خواب ہوا  
پھر دعاؤں کو اٹھائی نہ ہتھیلی کوئل

میری پلکوں پہ چراغاں ہے تو حیرت کیسی  
تم نے ہجراں کی کوئی رت نہیں جھیلی کوئل

﴿☆☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

پہلے منصف کو سرِ دار پکارا جائے  
موت کے گھاٹ مجھے تب ہی اتارا جائے

ہر کوئی جیت کی اُمید رکھا کرتا ہے  
کون یہ سوچ کے کھیلا ہے کہ ہارا جائے

مجھ پہ اک رنگِ محبت کا چڑھایا جائے  
مجھ پہ نفرت کا لگا زنگ اتارا جائے

بھینٹ ہوتا ہے اگر رسمِ عداوت کا مجھے  
میری مرضی سے مرا جسم سنوارا جائے

اس سے کہہ دو کہ چلا جائے کسی دور کے دیس  
وہ قبیلے کے رواجوں پہ نہ وارا جائے

☆☆☆☆☆

فقط وجود میں تیرا ملال رکھا ہے  
بہت دکھوں کو آئندہ پہ ٹال رکھا ہے

تمہیں ملیں نہ ملیں فیصلہ یہ باقی ہے  
ابھی فضاؤں میں سکھ اچھال رکھا ہے

میں لغزشوں میں بھی خود کو سمیٹ لیتی ہوں  
مجھے دعاؤں نے شاید سنبھال رکھا ہے

روک دیتی ہے انا خود کو جھکا دینے سے  
دل یہ کہتا ہے کہ اک بار پکارا جائے

امتحان ہے تو کوئی کچا گھڑا ہی، کوئل  
مجھ کو یونہی تو نہ دریا سے گزارا جائے

﴿☆☆☆☆﴾



ابھی خطوط سچے ہیں مری درازوں میں  
ابھی بھی درد سے رشتہ بحال رکھا ہے

بچا کے رکھنا ذرا اپنی پارسائی یہاں  
قدم قدم پہ فریبوں کا جال رکھا ہے

☆☆☆☆☆

قسمت کا اسطرح سے ستارہ سفر میں ہے  
لگتا ہے کوئی ہجر کا مارا سفر میں ہے!

لا حاصلی کے ہاتھ لگے ہم کچھ اسطرح!  
عمر رواں کا جیسے خسارہ سفر میں ہے

دیا کی موجِ تہد سے بچتا محال ہے  
اے بادبانِ عشق کنارہ سفر میں ہے

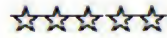
یہ کیسا قرب ہے جو روح مضحل کر دے  
یہ کیسا کیف ہے جس نے ندھاں رکھا ہے

ابھی تو چہرہء وحشت کا سامنا ہی نہیں  
ابھی تو آئینہ کوئل نکال رکھا ہے

﴿☆☆☆☆﴾

لوٹا تو اب وہاں نہ کوئی گھر نہ کوئی پیڑ  
جس نے طویل وقت گزارا سفر میں ہے

جکڑا ہوا ہے جیسے کسی باز گشت نے !  
یہ کون درد سے یوں پکارا سفر میں ہے



اک اضطراب پاؤں سے لپیٹا ہوا ہے آج  
شائد سفر کا پھر سے اشارہ سفر میں ہے

شاید کہ آچکا ہے پڑاؤ کا مرحلہ !  
پھر کیوں بدن ابھی تک ہمارا سفر میں ہے



بہت معصوم جذبوں کا ہوا اظہار آنکھوں سے  
ترا اصرار آنکھوں سے مرا انکار آنکھوں سے

حجاباتِ تکلم پر ہوئی حیران پہلے، پھر  
تکلف کی گرانی پڑ گئی دیوار آنکھوں سے !

لگے کس سے کروں اس شخص کی نا آشنائی کا  
جو سارے خواب میرے کر گیا مسمار آنکھوں سے



ابھی ہے منجھ ان میں تمہارے ہجر کا موسم  
پکھل جائے گی یہ بھی برف آخر کار آنکھوں سے

کبھی کو ان کبھی کر کے اسے جانا ہے سو جائے  
وگر نہ ہم نے تو روکا ہزاروں بار آنکھوں سے

چلو کوئل محبت ہے تو پھر گھل کر بیاں کر دو  
یہ کیا قرار آنکھوں سے یہ کیا تکرار آنکھوں سے

﴿☆☆☆﴾

دشت جیسے کہ خرنیوں کے لئے بہتر ہے  
خاک ہی خاک نشینوں کے لئے بہتر ہے

جسکو حالات کی آندھی نے اجاڑا ہو وہ گھر  
بھول جانا ہی مکینوں کے لئے بہتر ہے !

بدگمانی نہ بہا جائے ترے خواب تمام !  
کب یہ طوفان سفینوں کے لئے بہتر ہے

☆☆☆☆☆

روز ملنے سے محبت کا نشہ ٹوٹتا ہے  
ہجر اب چند مہینوں کے لئے بہتر ہے

جس میں شامل ہو خداوند اطاعت تیری  
بس وہی سجدہ جبینوں کے لئے بہتر ہے!

ساتھ جب رہ ہی نہیں سکتے وفا، میں اور تم  
تو نکھڑ جانا ہی تینوں کے لئے بہتر ہے!

﴿☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

گھر آنگن کے حصے بخرے ہوتے ہیں  
جتنے بیٹے اتنے چولہے ہوتے ہیں

اپنا حال عیاں مت کرنا لوگوں پر  
لوگ تماشا دیکھنے والے ہوتے ہیں

پیارے سے ان کو پالا پوسا جاتا ہے  
دکھ بھی اپنے بچوں جیسے ہوتے ہیں



دشت میں کوئی در یا سایہ کوئی نہیں  
صرف بصارت کے یہ دھوکے ہوتے ہیں

اندر گو ہر ہیں کہ پتھر کیا معلوم  
لوگ سمندر جیسے گہرے ہوتے ہیں

☆☆☆☆☆

یوں تو مجھ کو بھی وہ تلواریں دیا کرتا ہے  
دار سے پہلے مگر مار دیا کرتا ہے

جن کے شانوں پہ مجھے سر ہی دکھائی نہ دیئے  
یہ قبیلہ انہیں دستار دیا کرتا ہے

اسکی شطرنج کی چالیں بھی عجب ہیں کتنی  
جیت کے مہرے سبھی ہار دیا کرتا ہے

کچے گھر کی قیمت ان سے پوچھ کے دیکھ  
جوفٹ پاتھ پہ تھک کر سوئے ہوتے ہیں

سڑکوں پر جب خون اُچھالا جاتا ہے  
ٹی وی پر بس نعرے، جلے ہوتے ہیں

ماں کیوں شب بھر سو نہیں پاتی کوئل پھر  
بیٹی کے جب تیر بد لے ہوتے ہیں

﴿☆☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

صدائے آخرِ شب پر بہت رنجور تھی لڑکی  
بظاہر مطمئن اندر سے پُور و پُور تھی لڑکی

اکیلی جو حویلی میں بہت گمنام رہتی ہے  
وہ اپنے حلقہء احباب میں مشہور تھی لڑکی

شکستِ ذات نے کتنا اسے ویران کر ڈالا  
غمِ ہستی سے کچھ دن پہلے کتنا دُور تھی لڑکی

جدائی کا تعلق آج ہے اب کہانی میں !  
اتنا پرور تھا لڑکا اور بہت مغرور تھی لڑکی

چراغِ شب جلانا، انتظار جاں گسل کرنا  
وہ اپنے دل کے ہاتھوں کس قدر مجبور تھی لڑکی

☆☆☆☆☆

جب کڑی دھوپ اتر آتی ہے سر پر لوگو  
کو ن پھر سایہء دیوار دیا کرتا ہے؟

کاٹ دی آج زباں سن کے حقیقت اس نے  
جو مجھے جرأت اٹھار دیا کرتا ہے

یہ بھی کچھ کم تو نہیں اسکی عنایت کو مل  
حوصلہ مجھ کو سرِ وار دیا کرتا ہے

☆☆☆☆☆



☆☆☆☆☆

کہاں یہ شوق کی رُت ساتھ چلنے والی ہے  
اسیر خواب ابھی رات ڈھلنے والی ہے !

☆☆☆☆☆

لیا دیا ہی کوئی کام آگیا ہے مرے  
پڑی جو سر پہ مصیبت وہ ٹلنے والی ہے

یہ کس نے دھوپ کا موسم اُگا دیا مجھ میں  
کسی کی موم سی صورت پگھلنے والی ہے

عجیب ساعتِ حسرت میں جاگتے ہیں یہ لوگ  
زمین خزانہ کوئی کیا، اُگلنے والی ہے؟

بجھے گی پیاس کہیں جا کے شہرِ مقتل کی  
یہاں اب خون کی ندیا اُچھلنے والی ہے

﴿☆☆☆☆﴾

کیوں یہ بے فیض کرامات طلب کرتا ہے  
شہر کا شہر مری ذات طلب کرتا ہے

اس کو پتھر سے نہ مارو کہ وہ بوسیدہ لباس  
صرف کشتول میں خیرات طلب کرتا ہے

کب تلک دل سے یونہی ابر گزر جائے گا  
اب تو یہ دشت بھی برسات طلب کرتا ہے

بھول بیٹھا ہے پیہر کی کہی باتوں کو  
یہ زما نہ نئی تورات طلب کرتا ہے

اس ریاضت کا صلہ کچھ تو اسے دے مالک  
وہ جو ہر وقت مری مات طلب کرتا ہے

☆☆☆☆☆

اتنا آسان نہیں ہجر کا موسم کو ملے  
عشق تاوان میں دن رات طلب کرتا ہے  
﴿☆☆☆☆﴾

بے کار رنجشوں میں زما نے گنوا دیئے  
جو پل تھے زندگی کے سہا نے گنوا دیئے

کچھ لوگ مہر باں سے کہیں ہم سے کھو گئے  
جو نقش پانچے تھے ہوا نے گنوا دیئے

میں نے بھی شہر عشق سے ہجرت کی ٹھان لی  
اس نے بھی میرے دل سے ٹھکانے گنوا دیئے

ہیروں سے لوگ خاک زمیں تجھ کو سوئپ کر  
مت پوچھ ہم نے کیا کیا خزانے گنوا دیئے



کچھ تو ملے ہی نہ تھے ہمیں قریبوں کے رنگ  
جو دسترس میں تھے وہ اُٹا نے گنوا دیئے

☆☆☆☆☆

سب ہی نکلے ہیں زر خرید گواہ  
کون لائے گا اب مزید گواہ

میرے قافل تو چھپ نہیں سکتا  
خود ہوں اپنی میں چشم دید گواہ

رقص کرتی ہوئی ہوا نے کہا!  
ہے محبت کا اک مزید گواہ

تو مخالف نہ ہو کہیں میرا !  
تجھ سے کچھ بھی نہیں بعید گواہ

کوئل تجھے بھی لگ ہی گئی شہر کی ہوا !  
تو نے تو دوست سب ہی پرانے گنوا دیئے  
(☆☆☆☆)

فیصلے کی گھڑی بھی آ پہنچی !

اور میں ما یوں ہوں شدید، گواہ

دشمنوں سے ملا ہوا تھا دل

کیسے دیتا کوئی اُمید گواہ

شامِ غم کی طرح مناتی رہی

ہے مری ایک ایک عید گواہ

﴿☆☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

کیسے آؤں میں تیری با نہوں میں  
عشق شامل نہ کر گناہوں میں

خواب سوتے ہیں اب بھی چپکے سے  
میری آنکھوں کی خوابگاہوں میں

ساتھ چلنے کا عہد کر تو چلوں  
چھوڑ جاتے ہیں لوگ راہوں میں

جن میں دیکھے تھے بارہا جذبے  
اجنبیت تھی ان نگاہوں میں



مت حقارت سے دیکھ دستِ طلب  
ہم بھی شامل تھے بادشاہوں میں

وہ صفِ دشمنوں میں تھا کوتل  
شہرِ پورا تھا خیر خواہوں میں  
(☆☆☆)

☆☆☆☆☆

ہم اپنا نقش ایسا اُڑ دم چھوڑ جائیں گے  
وفا نوحہ کناں گلیوں میں ماتم چھوڑ جائیں گے

ابھی یہ حادثہ دل کیوں نہیں تسلیم کر پایا !  
کہا تھا صاف اسنے کہ تمہیں ہم چھوڑ جائیں گے

وہی اچھا تھا دکھ کی چار دیواری میں رہتے تھے  
کہاں معلوم تھا کہ سکھ کے موسم چھوڑ جائیں گے

تمہیں یہ سرخروئی ہو مبارک ہم شکستہ سر !  
ترا رستہ مری جاں دیدہ ء غم چھوڑ جائیں گے

دل مفلس کی پونجی کیا بتائیں شہر والوں کو  
اٹانے میں فقط اک ساغرِ غم چھوڑ جائیں گے

☆☆☆☆☆

ہمیں حرفِ غلط سمجھو ہمیں بے شک مٹا ڈالو!  
مگر ہم پھر بھی اپنا عکس مدہم چھوڑ جائیں گے  
(☆☆☆☆)

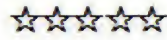
کبھی فرقت کبھی قربت سے کیا لینا مجھے پھر  
بتا اے دل تری حسرت سے کیا لینا مجھے پھر!

میسر جب نہیں دستِ شفاء تو میرے عیسیٰ  
مسیحائی کی اس عادت سے کیا لینا مجھے پھر

اگر تاراں مانگا ہے تو پھر سب خواب لے لو  
تمہارے بعد اس دولت سے کیا لینا مجھے پھر!

مجھے دو وقت کی روٹی سے اور چادر سے مطلب  
دیوانہ وار اس چاہت سے کیا لینا مجھے پھر





تری غزلوں میں وہ جو اپرا ہے میں نہیں ہوں  
مرے شاعر تری شہرت سے کیا لینا مجھے پھر

مجھے بازارِ دنیا میں سجا رکھا ہے کوئل  
میں پتھر ہوں بتا قیمت سے کیا لینا مجھے پھر  
﴿☆☆☆☆﴾

بس ایک راہ کوئی دیکھتا نہیں رہتا  
تمام عمر کوئی ایک سا نہیں رہتا

اُڑان بھر تو رہے ہو مگر خیال رہے  
کہ بعدِ شام کوئی دھکھلا نہیں رہتا

کبھی تو آئے گی صبحِ طرب ہمارے لیے  
چراغِ ہجر ہمیشہ جلا نہیں رہتا !

تو میری حجرہ نشینی کو غور سے مت دیکھ  
یہاں پہ کوئی بھی دُکھ کے سوا نہیں رہتا

تمہا رے بعد کبھی زندگی گزارنے کا !  
میں سوچ تو لوں مگر حوصلہ نہیں رہتا  
﴿☆☆☆☆﴾

گلابی تتلیاں ماتھے پہ آ کر رقص کرتی ہیں !  
ترے ہونٹوں کی اک تازہ شرارت مار ڈالے گی

☆☆☆☆☆

ہر اک شاخ شجر سے ان کا کوئل دل کا رشتہ ہے  
پرندوں کو مجھے لگتا ہے ، ہجرت مار ڈالے گی  
﴿☆☆☆☆﴾

مسافر کو ہمیشہ کی مسافت مار ڈالے گی  
ٹھہرنے کی طلب ، جانے کی عجلت مار ڈالے گی

جہاں چاروں طرف ویرانیوں کے عکس روشن ہیں  
مجھے اس آئینہ خانے کی حیرت مار ڈالے گی

یہ رستہ بے نشان منزل کی جانب لے کے جاتا ہے  
تمہیں میں نے کہا تھا نہ ! محبت مار ڈالے گی

مجھے معلوم ہے کہ ، ہجر ، جاناں جزو لازم ہے  
پچھرتے وقت ان آنکھوں کی وحشت مار ڈالے گی



مسکراؤ ستم گراں وفا!  
حوصلہ آج دست بستہ ہے

☆☆☆☆☆

سانپ بچھو تو اب نہیں کوئل  
آدی ، آدی کو ڈستا ہے!  
(☆☆☆☆)

شہر کا شہر مجھ پہ ہنستا ہے  
حالتِ دل بہت شکستہ ہے

میں مجسمہ ہوں کالج کا ، گویا  
مجھ پہ پتھر بہت برستا ہے !

پھر سے آثارِ آندھیوں کے ، اور  
میرا خیمہ بہت ہی خستہ ہے

آسماں تک ہوئی ہے مہنگائی !  
صرف انسان ہے جو سستا ہے

ملکین جاں تیری رسوائیاں بھی بانٹ لیں ہم نے  
کہ آخر برسرِ دارِ ندامت ہم بھی ہوتے تھے!

☆☆☆☆☆

تری آنکھوں میں رہتے تھے ترے لب پر مہکتے تھے  
ترے شاداب خوابوں کی حقیقت ہم بھی ہوتے تھے  
﴿☆☆☆☆﴾

کبھی حُسن و محبت کی علامت ہم بھی ہوتے تھے  
قیامت نہ گزرتی تو قیامت ہم بھی ہوتے تھے

جسے بھی دیکھتے پتھر کا بُت اس کو بنا لیتے  
کبھی یوں صاحبِ علم و کرامت ہم بھی ہوتے تھے

دلِ صد چاک پہ کچھ اس لئے حیران ہیں سب ہی  
یہی بس کچھ دنوں پہلے سلامت ہم بھی ہوتے تھے

کوئی صدقہ کوئی خیرات کام آئی ہے ورنہ تو  
اسیرِ شہرہء کوئے ملا مت ہم بھی ہوتے تھے!

ذرا بھی سو چا اے اپنے سامنے پایا  
مرے گمان نے رکھا نہیں تراش مجھے !

☆☆☆☆☆

میں تیری یاد کے زنداں میں قید ہوں اب تک  
تو کر رہا ہے یونہی بے سبب تلاش مجھے !

وہ سچ جو منکشف تجھ پہ بھی ہو نہیں پایا  
بتا گیا ترے لہجے کا ارتعاش مجھے !

﴿☆☆☆☆﴾

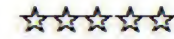
کہا تھا جس کو محبت سے ٹو تراش مجھے  
اسی نے کر دیا اک روز پاش پاش مجھے

وہ زہر کھل ہے سچ کا، میری نیندوں میں  
اٹھانی پڑتی ہے خوابوں کی روز لاش مجھے

ہوا کی جتنی ضرورت ہے سانس لینے کو !  
وہ شخص ٹوٹ کے اتنا تو چاہے کاش مجھے

پھر اس کے بعد کہاں بھید کھول پائے گا !  
گراں ہے آئینے پہ ایک بھی خراش مجھے





مری محبت کی سلطنت کو زوال آیا تو کیسے آیا  
تمہیں پچھرنے کا مجھ سے آخر خیال آیا تو کیسے آیا

یہ میری نظروں کا معجزہ تھا، مگر جدائی کے بعد جاناں  
تمہارے چہرے پہ چاند جیسا جمال آیا تو کیسے آیا

کبھی کہا تھا مجھے یہ تو نے، تری رفاقت مرا جنوں ہے  
مری صداؤں کو آج ایسے تو ٹال آیا تو کیسے آیا

تمہیں تو اس آگیا تھا شائد بلندیوں کا سفر سنا تھا  
مگر یہ لہجے میں آج رنج و ملال آیا تو کیسے آیا

نہ تم کرو گے نہ میں کروں گی طلب کی خواہش یہ طے تھا کوئی  
مگر اچانک لیوں پہ حرف سوال آیا تو کیسے آیا



یا رنگ وفا بن کر آنکھوں میں ٹھہر جاؤ  
دریا کی طرح ورنہ چپکے سے اتر جاؤ

اب بھی کوئی دروازہ کھولے ہوئے بیٹھا ہے  
آوارہ مزاجی سے تھک جاؤ تو گھر جاؤ!

آؤ تو سہی کچھ پل، سوچو تو ذرا مجھ کو  
الزام نیا کوئی سر پہ مرے دھر جاؤ!

اب اس کی ضرورت ہے نہ پہلے سا جذبہء دل  
کیا سر پہ چڑھا لو اور کیا جاں سے گزر جاؤ

اک وعدہ ادھورا سا تکمیل کا خواہاں ہے  
چاہو تو وفا کر دو چاہو تو نمکر جاؤ!



بیعت کر لی دستِ محبت پر ہم دونوں نے  
اپنے جذبے کو اب پیر کی صورت دینی ہے

☆☆☆☆☆

کوئی تجھ پہ دشمن کیسے غالب آئے گا!  
اپنے قلم کو تم نے تیر کی صورت دینی ہے  
﴿☆☆☆☆﴾

زلفوں کو تیری زنجیر کی صورت دینی ہے  
خواب جو دیکھے ہیں تعبیر کی صورت دینی ہے

گھڑی کی سوئیاں گھنٹہ پیچھے کر کے رکھی ہیں!  
ہجر کے لمحوں کو تاخیر کی صورت دینی ہے

پہلے اس کو پھاڑ کے پھینکا اپنے کمرے میں  
اب ان ٹکڑوں کو تصویر کی صورت دینی ہے

اسکو حاکم مان لیا جب دل کی بستی کا!  
خود کو میں نے اب جاگیر کی صورت دینی ہے

☆☆☆☆☆

اک مسکان سجا کرتی تھی ہونٹوں پر ہر آن  
کیسے کیسے گھر والوں کو ٹالا کرتے تھے !

کس ظالم کی بد نظری نے کوئل چاٹ لیا  
ہم تم کب یہ نفرت دل میں پالا کرتے تھے

﴿☆☆☆☆﴾

اُن سے ملنے کے امکان نکالا کرتے تھے  
ہم چھت پر چڑیا کے بچے پالا کرتے تھے

روز کو تر کو وہ دانہ ڈالا کرتے تھے !  
پتھر ڈال کے خط بھی روز اُچھالا کرتے تھے

اکثر آنکھیں چاندی روشن روشن رہتی تھیں  
چہروں پر جذبے پر نور اجالا کرتے تھے

بے وجہ نا راض اگر ہو جایا کرتے تھے !  
سرخ گلاب سے اسکا جان ازالہ کرتے تھے



☆☆☆☆☆

جا کے صحراؤں میں بس  
اے سٹھن مجھ کو نہ ڈس

ڈھونڈتی ہوں میں عبث  
قافلہ زارِ جرس !

کاش ہو جشن امن  
اے خدا اب کے برس

طاہرِ جاں کے لیے  
آج تو کھول قفس

کیا محبت ہے یہی  
جسم چھونے کی ہوس

گر محبت ہے یہی  
اے محبت میری بس  
(☆☆☆☆)

یہ بھیجی بھیجی سی جو رات ہے مرے ہم نشیں  
یہ سیاہیاں مجھے راس ہیں تجھے کیا پتہ؟

☆☆☆☆☆

تری آنکھیں میرے بدن پہ لکھتی ہیں خواہشیں  
تیرے خواب میرا لباس ہیں تجھے کیا پتہ؟

﴿☆☆☆☆﴾

جور ہیں خوف و ہراس ہیں تجھے کیا پتہ؟  
وہی نفرتوں کی اساس ہیں تجھے کیا پتہ؟

سر آئینہ مرے خال و خد تو سنور گئے!  
میری آنکھیں کتنی اداس ہیں تجھے کیا پتہ؟

یونہی مسکراہٹ کا خول خود پر سجا کے رکھ  
یہاں لوگ چہرہ شناس ہیں تجھے کیا پتہ؟

ہیں شکستہ دل، ہیں شکستہ جاں بس آئینہ  
ہم ابھی دریدہ حواس ہیں تجھے کیا پتہ؟

☆☆☆☆☆

یہ تیر کیسا لبوں کی کماں سے چھوٹا ہے  
کہ آئینے سا کوئی عکس مجھ میں ٹوٹا ہے

☆☆☆☆☆

یا ہجر کی بدن سے اذیت نکال دے  
یا میرے دل سے اپنی محبت نکال دے

جب تو نہ ہو گا کون رکھے گا میرا خیال  
تو اپنی عادتوں سے یہ عادت نکال دے

یا تو خدایا جسم کر ما نوس دھوپ سے  
یا دشت میں تو سائے کی صورت نکال دے

یا پھر مجھے رہائی دے زنجیر عشق سے!  
اے عشق ورنہ پاؤں سے ہجرت نکال دے

سلگ رہی ہیں رگوں میں اذیتیں کیسی؟  
بدن کی شاخ پر اک آبلہ سا پھوٹا ہے

یہ حادثہ ہے کہ میں دشمنوں سے بچ نکلی  
یہ واقعہ کہ مجھے دوستوں نے ٹوٹا ہے

جہاں پہ بادِ صبا عشق کی غلام رہی  
وہاں پہ اب کے محبت کا قحط پھوٹا ہے

جی ہے ہر طرف مکر و فریب کی دنیا  
خبر نہیں کہ یہاں کون کتنا جھوٹا ہے؟

﴿☆☆☆☆﴾



لوگوں کا خوف نہ کسی زنداں کا ڈر مجھے  
ممکن ہے تیرے شہر سے قسمت نکال دے

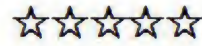
میں تھک گئی ہوں ہر قدم اک امتحان سے  
عمر رواں ذرا سی اب فرصت نکال دے

کوئی ہوائے دہ بہ دری لے چلی کہاں؟  
چشمِ زدن میں کوئی یہ حیرت نکال دے



میں جیتے جاگتے لمحوں کے انتظار میں ہوں  
اگر چہ شہر میں تھیں خواب کی دکانیں حضور

پڑی ہیں مسجدیں ویران ہر طرف کیونکر!  
کہ دے رہے تھے مَوَظَن تو سب اذائیں حضور



جنابِ عشق! گزارش! بُرا نہ ما نہیں حضور  
کہ اب تو بخش بھی دیجے ہماری جانیں حضور

نہ جانے ہو گئی صیاد کو خبر کیسے!  
پرندے بھر ہی رہے تھے ابھی اُڑائیں حضور

مقامِ شکر کہ ہم کر چکے عبور اُ نہیں!  
تلاشِ عشق میں حائل ہوئیں چٹا نہیں حضور

☆☆☆☆☆

ہمارا تذکرہ اہل ہنر میں آئے گا!  
کہ ہم بھی چھوڑ چلے اپنی داستا نہیں حضور  
(☆☆☆☆)

جلتے ہوئے خوابوں کی چٹا کب سے پڑی ہے  
اس راکھ کو دریا میں بہاتے بھی نہیں ہم

بے خواب جزیروں میں بھٹکتے ہیں ہمیشہ!  
پر قرضِ محبت کو پکھالتے بھی نہیں ہم

گو ربطِ مسلسل کی نکل آتی ہے صورت  
لیکن یہ بھی سچ ہے تجھے بھاتے بھی نہیں ہم

معلوم اگر ہوتے ہواؤں کے ارادے  
شائد کہ دیا اب کے جلاتے بھی نہیں ہم

اس دل سے کبھی اپنی بنی بھی نہیں کوئل  
اور دل کے مخالف کبھی جاتے بھی نہیں ہم

﴿☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆  
اک نئے عزم کی بنیاد اٹھانی ہو گی  
سانس لینا ہے تو پھر آگ بجھانی ہو گی

اب کے زنداں کی فصیلوں سے اُلجھتا ہو گا  
اپنے رستے کی یہ دیوار گرانی ہو گی !

اُسکی خوشبو سے تری یاد گلے ملتی ہے  
میرے آنگن میں وہی رات کی رانی ہو گی

جب تلک ذہنوں کی ارزانی نہیں جائے گی  
وقت بدلا بھی تو تہذیب پرانی ہو گی !

یوں ہی طاری جو رہا جس کا عالم کوئل  
یہ ہی تبدیلی موسم کی نشانی ہو گی

﴿☆☆☆﴾



تم ہو سردارِ قبیلہ ٹھیک ! پر  
یہ نہ سمجھو ہم کوئی کم خیش ہیں!

☆☆☆☆☆

مجھ پر الزامِ گنہگاری فقط !  
شہر میں کیا اور سب درویش ہیں  
﴿☆☆☆☆﴾

کچھ تو وہ بھی مصلحت اندیش ہیں  
کچھ ہمیں بھی مسئلے درپیش ہیں

آڑے وقتوں میں ہوا ہوتے گئے  
جو بھی میرے جتنے خیر اندیش ہیں

سب غریبانِ شہر کو مار دو!  
حاکمانِ شہر کے آدیش ہیں !

بھینٹ دینی ہے ہوائے شام کو !  
آج بستی کے دیئے سب پیش ہیں

شام ہوتے ہی سلگتا ہے تمازت سے بدن  
عشق کے کھیل میں ہم جان سے ہارے کوئل

☆☆☆☆☆

کوئی آہٹ ترے آنے کا گماں کیا ہوتی!  
پھول غملا گئے اُمید کے سارے کوئل

تلخی درد میں شائد کہ کی ہو جائے!  
بانٹ لیں آؤ محبت کے خسارے کوئل

﴿☆☆☆☆﴾

جب بھی وہ شخص مرا نام پکارے کوئل  
میری آنکھوں میں چمکتے ہیں ستارے کوئل

وہ مرے پاس جو آئے تو مرا ہو کے رہے!  
پھر مجھے اپنی محبت سے نکھا رہے کوئل

آج طوفانِ بلا خیز سے لڑ سکتی ہوں!  
کتنے مضبوط ہیں بانہوں کے سہارے کوئل

موسمِ گل سے کہو ٹھہرے مرے آنگن میں  
آؤ پھر لوٹ چلیں خواب کنارے کوئل

☆☆☆☆☆

کون دیکھے کیا ہوا ہے حادثہ بازار میں  
جو بھی ہوگا دیکھ لیں گے شام کے اخبار میں

بچ کر سارا اثاثہ خوش بہت فرزند ہیں  
باپ کا تھا خون شامل جس درو دیوار میں

چار پیسوں کی ہوس میں پڑ کے اے جانِ حیات  
کیسے تجھ کو بھیج دوں میں اجنبی دتار میں

کس طرح آواز کو اپنی رسائی دوں یہاں  
عدل کی زنجیر کب ہے شاہ کے دربار میں

قریب اہل ہوس سے بچ نکلتا ہے مجھے  
نہیں نہ لگ جائے میرے آئینہ کردار میں

بیعت دل کر کے مجھ کو ہارنی ہو گی انا  
اک خلش رہ جائے نہ پھر صورتِ انکار میں

اسکو کوئل قرب کا بس ایک لمحہ بھی بہت  
جس نے ساری عمر کاٹی ہجر کے آزار میں

﴿☆☆☆☆﴾



تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں

نیند کے دیس میں اک خواب سرا کے اندر  
ایک بھگوان سنگھاسن پہ بٹھا رکھا ہے  
اور ہم داس بنے پیاس بنے سوچتے ہیں  
عشق نہ ہو تو بھلا زیت میں کیا رکھا ہے

تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں

بند مٹھی میں اندھیروں کے سوا کچھ بھی نہیں  
پھر بھی کچھ ویپ محبت کے جلائے ہم نے  
تب کہیں جا کے ملا ہم کو شجر قربت کا  
تب کہیں پائے ذرا وصل کے سائے ہم نے

تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں

نہ تو عادت تھی امیری کی نہ خواہش نہ خیال  
پھر بھی پا بند کیا خود کو تمہاری خاطر!  
ہم کہ طائر تھے فلک پار اُڑانوں والے  
پر قلعہ بند کیا خود کو تمہاری خاطر

تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں

ہم کہ ایمان سمجھتے ہیں تمہاری آنکھیں  
ایک طوفان عقیدت کا اُبل پڑتا ہے  
اتنا چپ چاپ تمہیں یاد کیا کرتے ہیں  
وہڑکنوں سے بھی عبادت میں خلل پڑتا ہے

تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں

تم کو معلوم ہے ہم جتنا تمہیں چاہتے ہیں  
اتنی چاہت تو کسی پریت کہانی میں نہیں  
ٹوٹ کر ایسے برستی نہیں بارش کو مل  
اتنی شدت کسی دریا کی روانی میں نہیں

تم کو معلوم ہے ہم اتنا تمہیں چاہتے ہیں!...

آج ہم گونے ملا مت سے نکل آئے ہیں  
دل سے اُمید کا دامن ہی چھڑایا ہم نے

☆☆☆☆☆

آج اے جسدِ وفا آگ لگا دی تجھ کو!  
اپنی آنکھوں سے تجھے آج بہایا ہم نے!

﴿☆☆☆☆﴾

گو کہ اک لمحہ اُمید نہ پایا ہم نے  
پھر بھی اک عمر ترا ہجر نبھایا ہم نے

کتنے قرونوں سے سہی دھوپ سر شوق سفر  
کتنی مدت سے نہیں دیکھا ہے سایہ ہم نے

اے محبت یہ ترا سود نہ ہو پایا!  
عمر جب ہمارے چکے قرض چکایا ہم نے

شب کو جا گے تو ستاروں کو خبر کر ڈالی  
یوں پلٹ ڈالی ہے اس نیند کی کایا ہم نے

انہیں زروابیوں نے چھو لیا ہے  
جو منظر کل سنہرے تھے، سنا ہے

☆☆☆☆☆

مری مرقد پہ کوئل روشنی ہے !  
جہاں تم آن ٹھہرے تھے، سنا ہے  
﴿☆☆☆☆﴾

تری بستی میں پیرے تھے، سنا ہے  
سبھی چہروں پہ چہرے تھے، سنا ہے

وہ جن لوگوں کو تم نے کچھ نہ جانا !  
سمندر سے بھی گہرے تھے، سنا ہے

سر مقتل نہ منصف نہ وکالت !  
کٹہرے ہی کٹہرے تھے، سنا ہے

وہ اپنے حق میں کیسے بول پاتا !  
وہاں کے لوگ بہرے تھے، سنا ہے



☆☆☆☆☆

جذبوں کے گہر مجھ میں کبھی رولتا نہیں  
میں اس لیے تو چپ ہوں کہ وہ بولتا نہیں

کچھ تو چھپا ہوا ہے پس گرد آئینہ!  
اک راز ہے کوئی بھی جسے کھولتا نہیں

ہمراہ چل رہا ہے مرے عکس ماہتاب  
آنکھوں کی جھیل میں وہ مگر ڈولتا نہیں!

وہ مہرباں تو ہے مگر جانے کس کے لیے  
نیندوں میں کوئی خواب مری کھولتا نہیں

برحد سے ماورا ہے مرا عشق بے وصال  
دل اپنا اختیار کبھی تو لتا نہیں

☆☆☆☆☆

میرا تخت اجڑا ہے میرا تاج ٹوٹا ہے  
مجھ کو جو بھروسہ تھا تجھ پہ آج ٹوٹا ہے

آئینوں کی بستی میں پتھروں کا میلہ ہے  
آئینوں کی بستی سے سامراج ٹوٹا ہے

اب تو اس کے لہجے میں کانچ سے چٹختے ہیں  
یوں بُری طرح سے وہ خوش مزاج ٹوٹا ہے

وقت صرف خوابوں کو پُور پُور کرتا ہے  
کب زمانہ بکھرا ہے کب سماج ٹوٹا ہے

کب تلک نبھاتے ہم بے شناس لوگوں سے  
ٹھیک ہی ہوا کوئل یہ رواج ٹوٹا ہے

دل دھڑکتا ہے شام آتے ہی اس کا ہونٹوں پہ نام آتے ہی  
اس کی دیوانگی کا مت پوچھو قربتوں نے حجاب مانگ لئے

☆☆☆☆☆

میری اک عمر کی ریاضت کا مجھ کو ایسا صلہ ملا کوئل  
مجھ سے لوگوں نے جو سوال کیے اُس نے مجھ سے جواب مانگ لیے  
﴿☆☆☆﴾

آج تقسیم عشق ہو ہی گئی اپنے اپنے حساب مانگ لیے  
میں نے اپنی کتاب مانگی تو اس نے اپنے گلاب مانگ لیے

جلتی مٹی کا من ترسنے لگا، پانی دریاؤں پر برسنے لگا  
پریاں صحرا کی جو نہی اور بڑھی پانیوں نے سحاب مانگ لیے

سارے الزام، ہیں قبول مگر یہ کوئی طرزِ منصفی تو نہیں؟  
سب گناہ میرے ہاتھ میں دیکر اسنے سارے ثواب مانگ لیے

وسعتِ دل کی بات کرتے ہو مجھ میں اتنا بھی حوصلہ کب تھا  
کس طرح کا خراجِ عشق ہے یہ تم نے آنکھوں کے خواب مانگ لیے



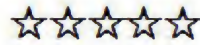
تبھی تو آنکھ کا موسم نیا معلوم ہوتا ہے  
سر مڑ گاں کوئی آنسو کھلا معلوم ہوتا ہے

جو پروازِ تلاطم ہے پریشانی کے باعث ہے  
پرندہ ڈار سے نکھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے

مجھے لہروں کے یہ کردار خود آ کر بچاتے ہیں  
کوئی میرے لیے عجزِ دعا معلوم ہوتا ہے

گئی رُت میں ہوا کی ضد نے اس کو توڑ ڈالا تھا  
شجر اس بار موسم سے خفا معلوم ہوتا ہے!

سو لگتا ہے کہ اب بھی مصلحت ممکن نہیں کوئل  
جو چہرے پر ترے رنگِ انا معلوم ہوتا ہے



جو دیا آنکھوں میں ہے اس کی ضیاء کچھ اور ہے  
جو پسِ شب جل رہا ہے وہ دیا کچھ اور ہے!

جب رتیں بدلیں تو پتے میرے انگن میں گرے  
تیرے گھر کے پیڑ کا بھی فیصلہ کچھ اور ہے

ورد کہتا ہے کہ وہ رستے میں نہ آئے کبھی  
میرے ہونٹوں پر جو جاگی وہ دعا کچھ اور ہے

پاؤں میں باندھا سفر کہتا ہے اب رکنا نہیں  
اے مسافت چل ابھی بھی فاصلہ کچھ اور ہے

یوں تو شب بھر جاگتا ہے ایک چوکیدار بھی  
ہجر کے ماروں کا لیکن رت جگا کچھ اور ہے



اولاد کی خوشیوں کے لئے بیچ رہی ہوں  
آ دیکھ مرے گھر کے دروہام، لگا دام

☆☆☆☆☆

جیتے ہوئے مہروں پہ تو چل چال جو مرضی  
میں زیت کے ہر کھیل میں ناکام، لگا دام  
(☆☆☆☆)

بازار میں لائی ہوئی سرعام، لگا دام  
سب خواب مجھے کرنے ہیں نیلام، لگا دام

مت سوچ ہے قیمت میری اوقات سے باہر  
اے عشقا! میں بھرتی ہوں تیرا جام، لگا دام

جذبوں کی تجارت کے لئے چل تو پڑا ہے  
سودائی کو ہیں اور بہت کام، لگا دام

تو مال غنیمت جو اسے سمجھ رہا ہے!!  
جا میں نے کیا دل یہ ترے نام، لگا دام

☆☆☆☆☆

کہاں پہ اس کا کوئی عدو تھا ہوا سے پہلے  
یہ پتہ ڈالی کی آبرو تھا ہوا سے پہلے!!

☆☆☆☆☆

وہ خود کو وصل کی ہر شرط سے آزاد رکھتا ہے  
یہ بوسیدہ محبت اب کہاں وہ یاد رکھتا ہے!

ہوانے آتے ہی گرد آنگن کو کر دیا ہے!  
یہ صحن کس درجہ مشکبو تھا ہوا سے پہلے!

کی آنے نہیں دیتا اذیت کی روانی میں!!  
ستم پرور ستم کوئی نیا ایجاد رکھتا ہے!!

چراغ بجھتے ہی تیرگی پھیلنے لگی ہے!!!  
دیا اندھیرے کے رو برو تھا ہوا سے پہلے!

مزا آتا ہے اسکو ضبط میرا آزمانے سے  
وہ میرے حوصلوں پہ ہجر کی بنیاد رکھتا ہے

ہوا کی گردش نے راستوں کو مٹا دیا ہے!  
کوئی کہیں محو جستجو تھا ہوا سے پہلے!!

یہ کیسا معجزہ ہے عشق کے ہاتھوں خدا جانے  
مجھے تو مار دیتا ہے اسے آباد رکھتا ہے

عجیب مانوس آہنیں تھیں نگار جاں میں  
مجھے لگا کہ گلی میں تو تھا ہوا سے پہلے

تری چارہ گری کی ساعتیں ہر پل میسر ہوں  
میںجائی کا یہ نقشہ مجھے برباد رکھتا ہے

یہ مکتب وقت کا انسان کو سب کچھ سکھاتا ہے  
زمانے سے بڑا کوئی کہاں استاد رکھتا ہے

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆  
نہ مخفی اور نہ ہی برملا لینے کی عادت تھی!!  
کہاں مجھ کو کسی کا آسرا لینے کی عادت تھی!

وہ کیوں لہروں کے اس ہلکے بھنڈ میں لڑکھڑایا ہے  
جسے طوفان میں رستہ بنا لیتے کی عادت تھی

میں ان کو ڈال کر دانہ بہت مسرور ہوتی تھی  
مجھے آنگن کی چڑیوں سے دعا لینے کی عادت تھی

ملا مجھ کو تو مگھری چپ سجا رکھی تھی ہونٹوں پر  
جسے مجھ کو بہت باتیں سنا لینے کی عادت تھی

سنو! اب بند مٹھی میں اندھیروں کی حکومت ہے  
مجھے جگنو، تھیلی میں چھپا لینے کی عادت تھی!



گویا دھونی رمائے بیٹھا ہے  
عشق خانہ خراب چوکھٹ پر!

☆☆☆☆☆

دل یہ کم بخت مان جائے تو  
پھینک دیں سارے خواب چوکھٹ پر  
(☆☆☆☆)

جب رُکے ابرو آب چوکھٹ پر  
خاک تھی بے حساب چوکھٹ پر!

ایک جانب بچھی تھی جائے نماز!  
ایک جانب شراب چوکھٹ پر!

صرف آواز آئی کون ہو تم!  
اور ہم لا جواب چوکھٹ پر

دور تک راستہ تو خالی تھا  
کس نے رکھے گلاب چوکھٹ پر

☆☆☆☆☆

ہونا ہے درِ عشق کا پابند مجھے بھی  
تھوڑی سی رعایت تو خداوند مجھے بھی

☆☆☆☆☆

محبت میں یہ دل ایسے دلائل میں الجھ جاتا  
کہ جیسے اجنبی ، جنگجو قبائل میں الجھ جاتا

یہ خاک نشینی ہی اگر شرطِ وفا ہے  
اے قیس ترے دشت کی سوگند مجھے بھی

ملاقاتیں ضروری تھیں مگر اکثر ہوا یوں بھی  
میں اپنے کام وہ اپنے مسائل میں الجھ جاتا

ہونے لگی کیوں آج دروہام سے دشت  
یہ تیرہ شی راس تھی ہر چند مجھے بھی

میں ہوتی گاؤں کی گھری وہ ہوتا شہر کا گھبرو  
میں پنگھٹ پر چلی آتی وہ پائل میں الجھ جاتا

پھر ترکِ رفاقت کا نیا عہد کریں گے !  
کرنے دو ذرا دل کو رضامند مجھے بھی !

مجھے دل کو ہے سمجھانا ہوا اوقات میں اپنی !  
طلبِ بروہتی تو نہ جائز وسائل میں الجھ جاتا

یہ نہ ہوا اٹھڑ جائے مرے خواب کی چادر  
جس ڈورنے کر رکھا ہے پیوند مجھے بھی !

کسے فرصت کہ غم کی داستانیں سُنا اور روتا  
کسی کو کیا پڑی آوازِ سائل میں الجھ جاتا

میں اس کی بے رخی پر اور کتنا دل کو سمجھاؤں  
جو گھر میں آکے بھی فتر کی قائل میں الجھ جاتا  
﴿☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆  
لہو کے دریا کو اب روانی نہیں ملے گی  
دیئے کو سورج کی حکمرانی نہیں ملے گی

تمام صفحوں کو گویا دیمک نے کھا لیا ہے  
کتاب میں اب کوئی کہانی نہیں ملے گی

اُگے ہوئے ہیں ہر ایک جانب شجر دکھوں کے  
خوشی کی رت اب نئی، پرانی نہیں ملے گی

مری ہتھیلی کی یہ لکیریں بتا رہی ہیں  
مجھے محبت کی جاودانی نہیں ملے گی

کچھ اس صفائی سے قتل خود کو کیا ہے میں نے  
کسی کو میری کوئی نشانی نہیں ملے گی



غفلت گناہ ثواب از دارین عشق سے  
پایا ہے پھر بھی جبر بس اس عین عشق سے

اب اس خراب حال کا دنیا کو کیا خیال  
رکھا ہو جس نے واسطہ دن رین عشق سے

اک مصلحت کے تحت بچھڑنے کی ٹھان لی  
اکتا گئے تھے دونوں فریقین عشق سے

مرشد! کوئی وصل کی صورت نکال لیتے  
کرتے ہیں بات آ کے مریدین عشق سے

کوئی نہ دشت زار کی پھر خاک چھاننا  
ملا کسی کو تھوڑا سا جو حُسن عشق سے

اب سو کوار جبر ہیں کوئل کسے خبر!  
ہم نے ملا کے دیکھ لیے نین عشق سے

﴿☆☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

موج دریا کی روانی سے نکل جائے گا  
درد اب آنکھ کے پانی سے نکل جائے گا

اس لئے موڑ نیا کوئی نہیں لا سکتی!  
میرا کردار کہانی سے نکل جائے گا

اب تو یادوں کی اذیت ہے مگر پھر اک روز  
تو مری یاد دہانی سے نکل جائے گا!

تیری گفتار کی چالوں میں نہ آئے گا کوئی  
رنگ جب شعلہ بیانی سے نکل جائے گا

اب جلانے ہی پڑیں گے وہ سارے خطوط!  
پھر تو ہر ایک نشانی سے نکل جائے گا

☆☆☆☆☆

قصہ جو گر دیش آیا م کا نکلا ہوتا  
قرعہ فال مرے نام کا نکلا ہوتا

☆☆☆☆☆

عشق کے بیچ و خم سے ناواقف  
ہم بھی ہوتے تھے غم سے ناواقف

مائل عشق رہا عمر گذر جانے تک  
کاش یہ دل ہی کسی کام کا نکلا ہوتا

جانے کیسے بڑھی یہ راہ و رسم!  
ورنہ ہم تھے قسم سے ناواقف

اب گئی رات میں امید کہاں آنے کی  
لوٹ آتا وہ اگر شام کا نکلا ہوتا!!

ورد کی کھوج کیا لگا سکتا  
جو رہا چشمِ غم سے ناواقف

تو ہی مل جاتا اذیت کا مداوا بن کر  
کچھ نتیجہ بھی تو الزام کا نکلا ہوتا

زندگی تو بتا! یہاں تو ہیں سب  
تیرے اگلے قدم سے ناواقف

یہ کہانی پھر دلچسپ تھی کوئی جوئیہ  
کوئی پہلو اگر انجام کا نکلا ہوتا

دل یہ کمبخت پھر کھڑا ہے وہیں  
گویا نکلا بھرم سے نادائق

☆☆☆☆☆

نظر میں صرف سنگِ میل کو رکھا ہوا ہے  
ارادۂ سفر تکمیل کو رکھا ہوا ہے!

غلامِ عشق ہے جو بھی کہو گے، بندہ پرور!  
تمہارے حکم کی تعمیل کو رکھا ہوا ہے!

وہاں رکھا ہوا بھولا بسرا اک عقیدہ!  
جہاں تورات اور انجیل کو رکھا ہوا ہے

مجھے دل پہ بھروسہ اب ذرا سا بھی نہیں ہے  
اسے بس خون کی ترسیل کو رکھا ہوا ہے

ہائے کیا خوب تھا ستم کرنا!  
اس پہ ہونا ستم سے نادائق

وہ زمانہ ہی اور تھا کوئل  
جب زمانہ تھا ہم سے نادائق  
﴿☆☆☆☆﴾



وہ جس میں سارے وعدے اور محبت گم شدہ ہیں  
کہاں اس جادوئی زمیں کو رکھا ہوا ہے!



برستم مجھ سے ہی منسوب سمجھنے والے  
تم تو ہوتے تھے مجھے خوب سمجھنے والے

دعویٰ عشق بہر طور نہیں کر سکتے  
برحسین چہرے کو محبوب سمجھنے والے

اپنے عیبوں پہ کبھی ذال نظر جانِ حیات  
میری ہر بات کو معیوب سمجھنے والے

میں تو مقتل کے چراغوں کو لہو دیتی رہی  
مجھ کو سمجھے ہی نہیں، مصلوب سمجھنے والے

میرا پہلا پڑاؤ کھیل میں کوئل وہاں ہے  
جہاں رسوائیوں کی چھیل کو رکھا ہوا ہے!  
(☆☆☆☆)

میں کہ ہر شخص سے تیری ہی خبر مانگتی ہوں  
شہر بھر کو مرا مطلوب سمجھنے والے!

بزمِ یاراں میں فقط چند لے اہلِ نظر!  
میرا لہجہ میرا سلوب سمجھنے والے

جانتے ہوں گے کہاں رب کے غضب کو کوئل  
خمرِ ملعون کو مشروب سمجھنے والے

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆  
ہم نے سوچا ہے کہ جائیں تو اکیلے جائیں  
ساتھ کیا لے کے محبت کے جھیلے جائیں

زندگی مالِ غنیمت کی طرح لگتی ہے!  
جو بھی کچھ ہاتھ میں لگتا ہے اُسے لے جائیں

سانس لیتے تو ہیں تابوتِ بدن کے قیدی  
یہ سزا آخرِ دم تک چلو جھیلے جائیں!

کیا بتائیں کہ گذرتی ہے قیامت کیسی!  
جب بھی ہم خواب کے برزخ میں دھکیلے جائیں

اور کچھ دن کو رفاقت کی گھنٹی چھاؤں میں  
کیوں نہ یہ کھیل وفا کا یونہی کھیلے جائیں!

زندگی کا شعور نہ آیا!  
اور آیا تو زندگی نہ رہی

اسنے دیکھا تھا اک نظر کوئل  
بات مفہوم سے جہی نہ رہی  
(☆☆☆☆)

☆☆☆☆☆

میرے مقصوم میں خوشی نہ رہی  
ایک خواہش تھی بس وہی نہ رہی

میرے گھر میں بہار آئی، تو  
میری پھولوں سے دوستی نہ رہی

اک دیا ٹمٹما کے ہار گیا!  
اور لپ بام روشنی نہ رہی!

کھودیا رشتہ خلوص و وفا!  
کی محبت تو دوستی نہ رہی!



☆☆☆☆☆

ہم اہل دل کسی آہ و فغاں کی زد میں ہیں  
ہمارے پیڑ کے سائے خزاں کی زد میں ہیں

بہا کے لے گیا سیلاب بستیاں اور اب  
بہت سے لوگ کھلے آسمان کی زد میں ہیں

یہ قرض عشق اترتا تو درکنار کہ اب!  
کہ ایک عمر سے بارگراں کی زد میں ہیں

نبھائے جا رہے ہیں دروِ یار سے نسبت!  
یوں لگ رہا ہے ہم کارِ زیاں کی زد میں ہیں

بہت دنوں سے حواسوں میں ہی نہیں کوئل  
کہاں کی موجِ ہوا، ہم کہاں کی زد میں ہیں؟

☆☆☆☆☆

حقیقت ہر کسی میں بر ملا تقسیم کرتا تھا  
سر بازار کہ جو آئینہ تقسیم کرتا تھا

وہ دن میں روشنی کی اک رمت کو بھی ترستا ہے  
جو شب کو شہر والوں میں ضیاء تقسیم کرتا تھا

یہ کیسا وقت ہے کہ زندگی اور موت کے درجے  
جو اب انسان کرتے ہیں خدا تقسیم کرتا تھا!

جو اب فطرت کا ہر جائی ہمیں معلوم ہوتا ہے  
وہ لوگوں میں کبھی مہر و وفا تقسیم کرتا تھا!

عنایت ہے عجب اس کی کہ کوئل میری آنکھوں کو  
وہ اکثر خواب دیکر رجگا تقسیم کرتا تھا!

یہ شب کے خوف سے پیلا پڑا ہوا سورج  
افق کے پار کیوں بے ہوش ہونے والا تھا

☆☆☆☆☆

سنا ہے چھوڑ کر اسکو چلا گیا وہ شخص  
وہ جسکی خاطر جفا کوش ہونے والا تھا

مرے چراغ نے کر لی ہے ساز باز اب  
سیاہ شب سے ہم آغوش ہونے والا تھا  
(☆☆☆☆)

یہ واقعہ بھی فراموش ہونے والا تھا!  
وہ قتل کر کے بھی نرووش ہونے والا تھا

یہ کس نے کر دیا تشہیر رازِ دل میرا!  
کہ شہر اب کہاں خاموش ہونے والا تھا

میں سچ کے جرم میں مصلوب ہونے والی تھی  
وہ جھوٹ بول کر روپوش ہونے والا تھا

برے بھلے کی اب پہچان مٹنے والی تھی!  
کہ پورا شہر ہی مے نوش ہونے والا تھا

عجیب طرز کا موسم تھا پیڑ ٹوٹ گئے!  
تو شاخوں پر ہوا دیر تک اداس رہی!

☆☆☆☆☆

قریب تھے تو طبیعت میں سرکشی تھی بہت  
بچھڑ چکے تو انا دیر تک اداس رہی!  
(☆☆☆☆)

چراغ شب کی ضیاء دیر تک اداس رہی  
کہ شامِ آبلہ پا دیر تک اداس رہی!

بس ایک طویل سی چپ اور بچھڑ گئے دونوں  
پر اس کے بعد فضا دیر تک اداس رہی

لیوں پر لفظ گھلے اور پھر بکھرتے گئے!  
ہتھلیوں پہ دعا دیر تک اداس رہی

کوئی دریچہ مانوس بند دیکھتا تھا تو!  
گلی میں ایک صدا دیر تک اداس رہی

☆☆☆☆☆

کریں گے روشنی کا انتظام پہلے سے  
چراغ شہر میں ہم کر کے عام پہلے سے

سحر کے ہاتھ میں اُمید نو تھما دینا  
کہ بے یقین سی رہتی ہے شام پہلے سے

تو اب جو بے رخی کا کھیل مجھ سے کھیلے گا  
مجھے تو بھول چکا تیرا نام پہلے سے

سواب کے آنکھیں میں نیلام کرنے والی ہوں  
کہ خواب بک گئے ہیں مہنگے دام پہلے سے

یہ مت سمجھ مجھے دل کھینچ کھانچ لایا ہے  
تمہارے شہر میں تھا ایک کام پہلے سے

☆☆☆☆☆

اس شہر میں اربابِ گناہ کون بنے گا  
سو اپنا شناسا سر راہ کون بنے گا

وہ بوڑھا شجر تیز ہوا سہہ نہ سکا تو  
بارش میں مری جائے پناہ کون بنے گا

اب کس کی لکیروں میں ہے حالات کی ڈوری  
اب دیکھئے سلا سپاہ کون بنے گا

گم صم سا یہ ماہتاب یہی سوچ رہا ہے  
مقسوم شبِ دارِ سیاہ کون بنے گا

آنکھوں کو تو کچھ یاد نہیں آ رہا کوئل  
اس خواب کے موسم کا گواہ کون بنے گا



پھر پڑاتی ہے بانیں آنکھ مری  
ایسا لگتا ہے تجھ کو کھو دوں گی

☆☆☆☆☆

اپنی ویرانیوں کا میں کوئل !  
دوش سارا نصیب کو دوں گی  
﴿☆☆☆☆﴾

مت خفا ہو نہیں تو زو دوں گی  
اپنا کاجل ابھی بھگو دوں گی

بات چھیڑی ہے طرف کی پہلے!  
اور مانگی ہے جان، سو دوں گی

جس جگہ زیر آب آگیا دل!  
میں وہیں کشتیاں ڈبو دوں گی

میں شب ہجر کا ستارہ ہوں  
کس طرح روشنی، کہو، دوں گی؟

ڈوب جاتا ہے دل بھی ساتھ مرا...!  
کچھ تو نسبت ہے میری شام کے ساتھ

☆☆☆☆☆

بے خودی میں ہوئی ہوں قتل کہ وہ  
نشہ دیتا رہا ہے جام کے ساتھ  
﴿☆☆☆☆﴾

الوداع! آخری سلام کے ساتھ  
مجھ سے پکھڑا وہ اہتمام کے ساتھ

بعد مدت وہی ہے حالتِ دل!  
دل دھڑکتا ہے ایک نام کے ساتھ

منفرد خود کو سب سے رکھتے ہیں  
ہم نہیں چلتے راہِ عام کے ساتھ

آپ کہتے ہیں تو یہ ، کوچہ عشق  
چھوڑ جاتے ہیں احترام کے ساتھ

☆☆☆☆☆

ہوائے شام سے کہتا تھا یہ شجر کا سکوت  
کہ یہ سکوت ہے طوفاں سے پیشتر کا سکوت

اُداس شام کے اس تلکے اندھیرے میں  
بہت ہی بولتا تھا چشمِ نیم تر کا سکوت

سوالِ وصل کیا اور انتظار کے بعد!  
گرا گیا ہے مجھ پہ برقِ نامہ بر کا سکوت

پڑاؤ آخری ہو گا کہاں! یہ پوچھا تو!  
سفر میں مار گیا مجھ کو راہِ بر کا سکوت

ہوئی ہے دستِ دل بعد ایک مدت کے  
کسی نے توڑ دیا میرا عمر بھر کا سکوت

☆☆☆☆☆

شامِ رنگ، شامِ عزا دار بھی ہو سکتی ہے  
یہ خوشی باعثِ آزار بھی ہو سکتی ہے!

ایسے پتے ہیں مرے پاس مری خوش قسمت  
کھیل میں آ پکو اب ہار بھی ہو سکتی ہے

یہ ضروری تو نہیں سارے دیئے روشن ہوں  
روشنی آ پکو درکار بھی ہو سکتی ہے!

چھوڑ کر جس کو نیازِ حبتِ سفر باندھا ہے  
وہ مصیبت میں گرفتار بھی ہو سکتی ہے

آپ منزل کو پہنچ جائیں ضروری تو نہیں  
راستے میں کوئی دیوار بھی ہو سکتی ہے!

سب سربادستے تھے سارے خواب جھوٹے تھے  
اک سفر کیا وہ بھی رائیگا نیوں جیسا!

☆☆☆☆☆

عکس جاں اُتر آیا خواہشوں کے ہاتھوں پر  
شب کا پاس آتا ہے مہربا نیوں جیسا  
﴿☆☆☆☆﴾

میرا بھی مقدر تھا کچھ کہانیوں جیسا  
قید تھی حوِلی کی راج رانیوں جیسا

کیا قیامتیں ہوئیں آج دل کی بستی پر  
ریت کی ہیں دیواریں درد پا نیوں جیسا

مجھ پہ آج چمکے گا میرے بخت کا تارہ  
یہ بھی اک تصور تھا خوش گما نیوں جیسا

اپنے سرد ہونٹوں سے چھو گیا تھا آنکھوں کو  
لمس مجھ پہ زندہ ہے اک نشا نیوں جیسا



بجھے بجھے سے چراغوں کو بام پر رکھ کر  
قبائے نیند کی کرلیں رفوگری لوگو!

☆☆☆☆☆

لہو لہو ہے مرا عکسِ خوشنما کوئل  
کہ جرم بننے لگی ہے سنخوری لوگو  
﴿☆☆☆☆﴾

نہ پوچھو عہد جنوں کی ستم گری لوگو  
متاعِ جاں ہے ملاقاتِ آخری لوگو

نہ بازوؤں کی حرارت نہ لمسِ شعلہء جاں  
بڑا ہی سرد گزرنا ہے جنوری لوگو!

بجے ہیں نوکِ سناں پر ہم اہل خانہء عشق  
ہمیں عزیز تھی سرمایہ خود سری لوگو

اے ماہِ شب میں ترے ساتھ چلنے والی تھی  
مجھے بھی راس ہے مدت سے بے گھری لوگو

☆☆☆☆☆

بچھڑنے پہ ہو دل مائل مجھے ایسا نہیں لگتا  
کہ پورے شہر میں کوئی بھی تم جیسا نہیں لگتا

☆☆☆☆☆

شبِ نمناک پر رکھے ہوئے ہیں  
ستارے طاق پر رکھے ہوئے ہیں

چلو کہ چند لمحے مسکرا کر دیکھ لو ہم کو  
سنا ہے مسکراہٹ پر کوئی پیسہ نہیں لگتا !

بنا دے کو زہ گر جو مرضی صورت  
تمہارے چاک پر رکھے ہوئے ہیں

کئی چہرے سجا رکھے ہیں لوگوں نے یہاں، پگلی  
جو اندر سے ہوا کرتا ہے وہ ویسا نہیں لگتا

انگار لب دہکتے ہیں جو تیرے  
خطِ بے باک پر رکھے ہوئے ہیں

ہمیشہ یہ ہی کہتے ہو مجھے تو یہ نہیں لگتا !  
کبھی کھٹل کر بتاؤ ناں تمہیں کیسا نہیں لگتا

اُگے ہیں ہم کسی بلبے کے اندر  
خس و خاشاک پر رکھے ہوئے ہیں

مری فطرت انوکھی ہے کہ یہ بستی عجب خانہ  
یہاں کوئل مجھے کوئی بھی اک جیسا نہیں لگتا

☆☆☆☆☆

ہم اہل عشق خواب گھروں پر کہا نیاں  
لکھتے تھے تلیوں کے پروں پر کہا نیاں

یہ کون اتنے کرب سے تحریر کر گیا!  
پتھر کدے میں شیشہ گروں پر کہا نیاں

اب پیار، عشق اور محبت کو چھوڑ کر  
کاتب! لکھو ناں، اُبڑے سروں پر کہا نیاں

افسانہ ۷ حیات کا یہ رنگ خوب ہے!  
چھپتی نہیں کبھی بے زروں پر کہا نیاں

آنکھوں کے ساحلوں پہ اک سیلاب آ گیا  
کوئی کی پڑھ کے دیدہ تروں پر کہا نیاں

چلو دریا میں ہی ہم کو بہا دو  
ابھی تک خاک پر رکھے ہوئے ہیں

جبیں عشق کو تلّ اب بھی تیرے  
دیارِ پاک پر رکھے ہوئے ہیں  
(☆☆☆☆)

☆☆☆☆☆

کیا بتاؤں جو مجھ پہ بیتی پھر  
دل کی اجڑی ہے راج بیتی پھر

کاش آنکھوں کے جام بھر لاتا!  
اور میں کھونٹ کھونٹ پیتی پھر

وہ جو ہارا تو میں بھی دل ہاری  
لوگ تو کہہ رہے تھے جیتی پھر

مند مل ہو سکا نہ چین آیا!  
زخم ایسا نہ تھا کہ سیتی پھر!

ہجر بھی جیسے موت جیسا ہے!  
وصل ہوتا تو کتنا چیتی پھر!

☆☆☆☆☆

یہ دل ملنے کی شہر یار میں ضد باندھ لیتا ہے  
کہ بچہ جس طرح بازار میں ضد باندھ لیتا ہے

کسی انجان رستے سے کوئی آہٹ نئی سن کر!  
پرندہ اجنبی دیار میں ضد باندھ لیتا ہے

اسے کیسے بتاؤں لڑکیاں خود کچھ نہیں کہتیں  
وہ میرے زعم کے انکار میں ضد باندھ لیتا ہے

اسے کہتا محبت ہو تو پھر ضد کی نہیں جاتی  
جو مجھ سے بے وجہ بے کار میں ضد باندھ لیتا ہے

محبت اس سے کرنی ہے محبت اس سے کرنی ہے  
دلِ ناداں اسی تکرار میں ضد باندھ لیتا ہے



مجھ کو ایسی محبت نہیں چاہیے۔۔۔

جس میں خواہش تو ہو

جس میں شدت نہ ہو

جس میں چاہت تو ہو

جس میں عزت نہ ہو

بس ہوتن کی طلب!

من کی قیمت نہ ہو

جس میں کوئی لگن نہ ہو

قربت نہ ہو۔۔۔

جیسے تاجر کا سودا، ہو بازار میں

صرف شہر سرخیاں جیسے اخبار میں

جیسے فلموں ڈراموں کا منظر کوئی

دل کے اندر کوئی اور باہر کوئی

چار دیواری

بے چھت نہیں چاہیے

مجھ کو ایسی محبت نہیں چاہیے

☆☆☆☆☆

شکستہ خواب کو زندان میں رکھا ہوا ہے

پھٹ جانے کا خدشہ دھیان میں رکھا ہوا ہے

نہ پوچھو کیا گزرتی ہے ہر اک ساعت! قیامت

ترا ملنا کسی بیان میں لکھا ہوا ہے!

بھائی کچھ نہیں دیتا مجھے تو، مجھ تہارے

محبت نے مجھے نقصان میں رکھا ہوا ہے!

تہارے لمس کی خوشبو اسے مہکا رہی ہے

وہ سوکھا پھول جو گلدان میں رکھا ہوا ہے

مجھے درکار ہے تیری رفاقت مدتوں سے  
مجھے کیا تم نے اس امکان میں رکھا ہوا ہے

تعلق گر نبھانا ہے تو پھر گھٹل کر نبھاؤ تم!  
یہ کیا بے وصل کے احسان میں رکھا ہوا ہے  
﴿☆☆☆☆﴾

محبت نام کی چڑیا.....

بہت خوش رنگ ہوتی ہے  
مگر مچا کیسی ہے  
مگر عیار کیسی ہے  
بہت شاداب لہجے میں... بھلاتی ہے  
بھلا کر مسکراتی ہے  
چمک آنکھوں کی ایسی ہے  
دلوں کو ٹوٹ لیتی ہے  
خرد سے جنگ کرتی ہے  
یہ کتنا تنگ کرتی ہے  
مگر دام رسائی بھی اسے اچھا نہیں لگتا

کسی پنجرے میں رہنا بھی

اسے ہرگز نہیں بھاتا

کبھی بھی اک جگہ رہنا

اسے کوئل نہیں آتا

محبت نام کی چڑیا

بہت خوش رنگ ہوتی ہے

مگر مغرور کتنی ہے؟

پہنچ سے دور کتنی ہے...؟

﴿☆☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

یہ نہ ہو جسم اذیت کی لحد کو پہنچے

غیب سے کوئی فرشتہ ہی مدد کو پہنچے

ایک معیار بنا رکھا ہے نفرت کے لئے

کیسے ممکن ہے کوئی آخری حد کو پہنچے

رائیگاں عشق کیا تو نے ہمیں ایسے کہ ہم

آخر کار اسی لمحہ روکو پہنچے

خاک در خاک بھٹکتے ہوئے مر جاتے ہیں

کب اسیران جنوں بامِ خرد کو پہنچے

مجھ کو خدشہ تھا عدو مارنے والے ہیں مجھے  
میرے احباب مرے قتلِ عمد کو پہنچے

منصفا! جنسِ محبت کے خریدار یہاں  
جتنے پہنچے ہیں سبھی نیتِ بد کو پہنچے

زندگی تیرے تعاقب میں رہے سرگرداں  
ہائے کیا لوگ تھے جو شہرِ ابد کو پہنچے  
﴿☆☆☆☆﴾

### منفرد اشعار---

عشق میں عمر کی تخصیص کہاں ہے کوئی  
دل ہے سینے میں تو آخر کو ہڑک سکتا ہے



کوئی تحریر میں کیسے لگاؤں اپنے قافل پر  
محبت چھوڑ جائے جو مرے رخسار کے گل پر



گالوں کو چھوا جب نرمی سے تو لمسِ حرارت والا تھا  
اس سرو ہوا کے جھونکے کا انداز تمہارے جیسا ہے



کہیں سازش نہ ہو یہ ہجرتوں کی  
زُتیں آئی ہیں مجھ کو پُرسہ دینے



ہُت بُرا کیا ہے مدعائے دل کہہ کر  
کبھی کبھی کے دُعا اور سلام سے بھی گئے



کس طرح میں جرے معیار پہ پورا اُتروں  
میں تو خود اپنی توقع کے مطابق بھی نہیں

☆

بس ایک بار محبت نے اجتناب کیا  
پھر ایک عمر محبت سے اجتناب کیا

☆

میں اس قدر تو اکیلی تھی اپنی بستی میں  
میں کھو گئی تو کوئی دھونڈھنے نہیں نکلا

☆

افلاک کو مفتوح بنا لے بھلے انسان  
تقدیر بڑی چیز ہے تدبیر کے آگے

☆

کہیں سے دھونڈ کر لا دو سکون کی شاہیں  
کئی دنوں سے یہ موسم اداس کرتا ہے

عجب فراق عجب جس تھا فضا وں میں  
خبر نہیں ہے کہ میرا چراغ کیسے بجھا۔؟

☆

نہ منت سے نہ محنت سے ہمیں یہ زعم ہے کہ ہم  
فقط اک مسکراہٹ سے دلوں کو لوٹ لیتے ہیں

☆

میں ہی ہر بار ہجر تیں جھیلوں؟  
میرا اتنا بُرا ستارا ہے؟

☆

بڑی تلخیوں سے اٹی ہوئی میری راہگوارِ حیات ہے  
کہ ذرا سے جینے کے شوق میں کئی بار مرنا پڑا مجھے

☆

ہر سال مناتے ہیں بہت شوق سے کوئل  
لوگوں کیلئے بن گئی تہوارِ محبت!!!

بتا اے خواب کہ شیدائی کیا کہوں تجھ کو  
ذرا سے شوق کی خاطر اجاڑ لی آنکھیں

☆

اُداس ہو کے یہ آنسو سوال کرتے ہیں  
کہ وہ سٹمگر اب رُلا نے بھی نہیں آتا

☆

محبت بھی کوئی صندل کی لکڑی ہے  
سلگتی ہے مگر کتنا مہکتی ہے

☆

ذرا سے شوق کی خاطر اُڑ جانا نہیں اچھا  
ولا...! تجھ کو محبت کی اجازت میں نہیں دوں گی

☆

میں صبح و شام کی اس نوکری سے تھک گئی کوئل  
تری یادوں کے دفتر میں مجھے چھٹی نہیں ملتی

کوئل ہم اہل ہجر وہ پامالِ عشق ہیں  
تعمیر ہم سے وصل شپ نو نہیں ہوئی

☆

اُس در شوق پہ سر رکھ کے طلب کر کوئل  
دیر سے ہی سہی آخر کو خدا مانتا ہے

☆

دکھ کو صدقہ ہی سمجھ اپنی ہنسی کا کوئل  
دل میں تھوڑی سی خوشی تھوڑی غمی رہنے دے

☆

یہ نماز کوئل نہیں کوئی !  
وہ قضاء ہے جو نہ ادا ہوئی !  
ہے عجیب " فرض " یہ زندگی  
جو ادا ہوئی وہ قضاء ہوئی